حیاتِ مُفتیِ اعظم ہند کے

تابِندہ نقوش

تالیف

عطائے مُفتیِ اعظم ہند، حافظ وقاری
مولانا محمد شاکر نوری
(امیرِ سُنّی دعوتِ اسلامی)

پیش کش
اِدارہ معارفِ اِسلامی، ممبئی

شائع کردہ مکتبہ طیبہ ۱۲۶۔ کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

حیاتِ مفتیِ اعظم ہند
کے تابندہ نقوش

مصنف
عطائے حضور مفتیِ اعظم ہند
حضرت مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

ناشر
ادارہ معارف اسلامی، ممبئی

نام کتاب : حیات مفتیِ اعظم ہند کے تابندہ نقوش

مصنف : عطائے مفتیِ اعظم حضرت مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

ترتیب : مولانا سید امین القادری (نگراں سنی دعوت اسلامی مالیگاؤں)

تصحیح : مولانا مظہر حسین علیمی (نائب ایڈیٹر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی)

ناشر : ادارہ معارف اسلامی، ممبئ ۳۔

صفحات : ۶۰

تعداد : ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

اشاعت : بموقع ۱۲۵ سالہ جشن ولادت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۴ء

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ طیبہ، مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد ۱۲۶؍ کامبیکر اسٹریٹ ممبئ ۳۔

(۲) نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئ ۳

(۳) ناز بک ڈپو، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئ ۳

(۴) اقرا بک ڈپو، ۳۰؍ بی، نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئ ۳

(۵) مدنی کتاب گھر، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی۔

☆☆☆

فہرست مضامین

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

جس طرح آسمان کی زینت تاروں سے ہے، اسی طرح زمین کی زینت علماے ربانیین اوراولیاے کرام سے ہے۔ یہ مقدس نفوس اہل زمین کے لیے امان ہیں، انھی کی وجہ سے بارش نازل ہوتی ہے، اناج پیدا ہوتا ہے، آئی مصیبتوں کو دور کیا جاتا ہے۔ ایسے مقدس نفوس سے روے زمین کبھی خالی نہیں ہوگی۔ کبھی کم، کبھی زیادہ، کبھی نہاں، کبھی عیاں۔ اولیا کا وجود ضرور رہا ہے اور رہے گا۔

یہ وہی لوگ ہیں جنھیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، ان کی نگاہیں تقدیریں بدل دیتی ہیں۔ ہم لوگوں نے غوث اعظم و غریب نواز، شبلی و بشر حافی علیہم الرضوان کا زمانہ نہیں پایا، لیکن جن خوش نصیبوں نے آقاے نعمت، ہم شبیہ غوث اعظم، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند سرکار علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کی زیارت کی ہے اور ان کے شب و روز کو دیکھا، ان کی صحبت سے شرف یاب ہوئے ہیں وہ اِس بات سے ضرور اتفاق کریں گے کہ حضور مفتی اعظم کی صورت و سیرت کو دیکھ کر اپنے اور بیگانے پکار اٹھے کہ جب ان کی یہ شان ہے تو اُن اکابر اولیا کی شان کا عالم کیا ہوگا۔

ان کی محفل میں بیٹھنے والوں کو غزالی و رازی جنید و بایزید کی محفلوں کی لذت میسر آتی تھی۔ حضور مفتیِ اعظم ماضی قریب کی ایسی نابغۂ روزگار ہستی کا نام ہے کہ جن کی بارگاہ میں بڑے بڑے نقاد مدحت کی سوغات لے کر حاضر ہوئے۔ علما اور دانشوروں نے تقویٰ و پرہیز گاری دیکھ کر ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور آج بھی اہل علم و دانش کو ان کی ارادت و غلامی پر فخر و ناز ہے۔ اللہ پاک نے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ پر ایسا کرم فرمایا کہ آپ کے دامن سے وابستہ افراد کو خدمت دین کے لیے چن لیا۔

یہ بات ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ سنّی دعوت اسلامی کے امیر، استاد محترم، قائد گرامی، عطاے

حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری صاحب قبلہ مدظلہ العالی بھی اسی دستر خوان کے خوشہ چین ہیں، سرکار مفتیِ اعظم ہند کی نگاہ فیض کا اثر ہے کہ قائد محترم حضور امیر سنّی دعوت اسلامی سے اللہ پاک نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ دین متین کی خدمات لیں۔ آج دنیا کے کئی ممالک میں آپ کی آواز عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کے حوالے سے گونج رہی ہے۔ آپ صرف خطاب ہی نہیں فرماتے ہیں بلکہ پورے ہندوستان میں تین درجن سے زیادہ اداروں کا قیام، بشمول انگلش اسکولس، اس کے علاوہ ایک درجن سے زیادہ شعبہ جات کا قیام یہ انہی کا حصہ ہے۔ آج ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک کے افراد بھی نوری کی اس عطاے نوری سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

سال گزشتہ ۲۰۱۳ء اور رواں سال ۲۰۱۴ء میں بھی جارڈن کے دی رائیل اسلامک اسٹریٹجیک اسٹڈی سینٹر نے حضور قائد محترم حضرت علامہ شاکر نوری صاحب قبلہ کو دنیا بھر کے پانچ سو بااثر شخصیات میں شامل کیا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے عظیم ترین مرشد سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دعاؤں اور نگاہ کیمیا اثر کی برکتیں ہیں جو ہم اپنی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حضور قائد محترم اپنے لیے القاب وآداب پسند نہیں فرماتے ہیں مگر جب کوئی ''عطاے حضور مفتیِ اعظم ہند'' کہہ کر خطاب کے لیے پکارتا ہے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا ہے کیوں کہ وہ خود فرماتے ہیں جو کچھ ہے، سب انہی کی عطا ہے بلکہ وہ نسبت نوری پر اتنا نازاں ہیں کہ دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی اپنے مرشد کا ساتھ چاہتے ہیں۔ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح اپنے مرشد کی معیت مانگتے ہیں ؎

نگاہ مفتیِ اعظم نے زندہ کردیا دل کو
انھیں کا ساتھ محشر میں عطا ہو یارسول اللہ

امسال ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ولادت طیبہ کو ۱۲۵ سال مکمل ہورہے ہیں اس لیے حضور قائدِ محترم کی یہ خواہش تھی کہ بارگاہِ مرشد میں کچھ نہ کچھ نذر پیش ہونی چاہیے۔ حضور قائدِ محترم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ طے ہوا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سیرت طیبہ پر ناسک کی سرزمین پر حضور قائدِ محترم حضرت علامہ شاکر علی نوری صاحب قبلہ نے انتہائی پرمغز خطاب فرمایا تھا جسے علمائے کرام اور دانش وروں نے بہت سراہا اور یہاں تک فرمایا کہ یہ بیان حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زندگی پر دستاویزی خطاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بیان کو ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ بیان کے جملوں کی وہ تاثیر تو ہم تحریر میں نہیں لاسکتے، وہ تو سننے سے تعلق رکھتا ہے، مگر فی الحال یہ کوشش کی گئی ہے کہ تحریر و تقریر کی ملی جلی لذت قارئین کو میسر آجائے۔ اس مختصر رسالے میں جو خوبیاں ہیں وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے قائدِ محترم حضور امیر سنّی دعوت اسلامی کا حصہ ہے کیوں کہ یہ خطاب انہی کا ہے اور اگر کوئی غلطی ہو تو فقیر قادری کی علمی بے مائیگی کا نتیجہ ہے۔

اہل علم اگر کہیں خامی دیکھیں تو اس بے مایہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اصلاح کی جاسکے۔ اللہ پاک حضور قائدِ محترم حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری محمد شاکر نوری صاحب قبلہ کو درازیِ عمر بالخیر عطا فرمائے، حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور ان پر فیضان حضور مفتیِ اعظم اسی طرح چھما چھم برستا رہے اور اس مختصر سی کوشش کو اللہ پاک اپنے حبیب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک کے صدقے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم

سگِ بارگاہ غوث اعظم: **فقیر سیّد محمد امین القادری**

(نگراں سنّی دعوت اسلامی مالیگاؤں)

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

اس جہان رنگ و بو میں روزانہ بے شمار لوگ پیدا ہوتے ہیں اور بے شمار لوگ کوچ کر جاتے ہیں۔ جو لوگ اپنے لیے پیدا ہو کر زندگی بے مقصد تمام کر دیتے ہیں ان کی قبروں کے نام و نشان بھی مٹ جاتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد ان کے خاندان کے لوگ بھی انہیں فراموش کر دیتے ہیں مگر جو نفوس قدسیہ اپنے لیے نہیں بلکہ کسی مقصد عظیم کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور دین کے لیے جیتے ہیں ایسی مقدس ہستیاں زمین کے اوپر ہوں تو بھی خلق کا ہجوم ان کے ارد گرد ہوتا ہے اور جب قبر میں جاتے ہیں تو بھی وہ مرکز عقیدت کی حیثیت رکھتے ہیں مگر ایسی ہستیاں روز روز نہیں پیدا ہوتیں بلکہ عرصہ دُراز کے بعد جلوہ گر ہوتی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسی ہی عظیم اور نابغۂ روز گار ہستیوں میں ہمارے آقائے نعمت، مرشد برحق، قطب عالم، حضور مفتیِ اعظم حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی شخصیت ہمہ جہت شخصیت ہے جس فیلڈ کے ماہر نے اس نائب رسول کو جس نظر سے دیکھا پکار اٹھا کہ حضور مفتیِ اعظم اپنے زمانے کی منفرد المثال ہستی ہیں۔ وہ عالم باعمل تھے......عظیم مفکر تھے......عظیم مدبر تھے......فلسفی تھے......متکلم تھے......فقیہ تھے......صوفی تھے......منصورِ زمانہ تھے......جنید وقت تھے......غزالیِ دوراں تھے......رازیِ عصر تھے......پیر طریقت تھے......نعت گو شاعر تھے......مصلح امت تھے......مدرس تھے......اُمت کے عظیم قائد تھے......دردمند دل رکھنے والے صاحب دل تھے اور سب سے عظیم خوبی ان کی یہ تھی کہ وہ اپنے زمانے کے بڑے عاشق رسول تھے۔ قلم یہاں یہ کہنے پر مجبور ہے۔ ع

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

ولادت باسعادت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کو کون نہیں جانتا؟ اپنے بیگانے سب جانتے ہیں اوراس بات کے معترف بھی ہیں کہ سیّدی اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار سے زائد کتابیں تقریباً پچاس سے زائد علوم وفنون میں قوم کو عطا فرمائیں۔

امام اہل سنت کو ان کے پیر خانے سے ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا لقب عطا ہوا، آپ کے پیرومرشد آپ پر نازاں ہیں اور فرماتے ہیں کہ کل میدان محشر میں اگر اللہ پاک مجھ سے پوچھے گا کہ آل رسول! دنیا سے کیا لایا ہے تو احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ مریدین اپنے پیر پر ناز کرتے ہیں لیکن امام احمد رضا وہ عظیم ترین ذات ہے کہ جن کے پیرومرشد اُن پر ناز کرتے ہیں۔ دنیائے سنّیت آج تک جس پر نازاں ہے اوران شاء اللہ قیامت تک ناز کرتی رہے گی وہ ذات حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ہے جس کی آغوش میں حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی پرورش ہوئی۔ ہوا یوں کہ نازش اہل سنن، امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت کے گھر ایک بڑے صاحب زادے مولانا مفتی الشاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت کو تقریباً ۱۸ سال بیت چکے ہیں۔ پانچ صاحب زادیاں ہیں، ایک بیٹا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو اپنے مشن کی فکر دامن گیر ہے۔ کاش! ایک بیٹا فضل رب سے اور عطا ہو جائے تو دل کی کلی کھل جائے۔ رات دن دعا ہو رہی ہے کہ ایک فرزند اور عطا ہو جو مشن کا وارث ہو، جس کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناقابل شکست یقین ہو۔ ظاہر ہے کہ ان کی کیوں نہ سنی جاتی، خود فرماتے ہیں۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لَا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

پھر وہ ساعت سعید بھی آئی کہ دنیاے سنّیت کے علم بردار کے یہاں ایک کلی مسکرانے کی کرن چمکی، مگر واہ رے امام عشق و محبت کہ ولادت کے وقت ہر شخص اپنے گھر پر رہنا پسند کرتا ہے بلکہ پسند ہی نہیں کرتا ضروری سمجھتا ہے مگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس وقت اپنے پیر خانے کا رخ کرتے ہیں کہ جہاں سے یہ نعمت ملی وہاں ہی چلتے ہیں، کہتے ہیں: جب حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی، اس وقت امام اہل سنت مارہرہ شریف میں قیام پذیر تھے، دیر رات گئے اپنے پیر و مرشد کے جانشین سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ سے علمی مذاکرہ ہوتا رہا پھر دونوں بزرگ اپنی اپنی آرام گاہ کی طرف گئے۔ صبح نماز فجر کے لیے دونوں کی ملاقات مسجد آل احمد کے زینے پر ہوتی ہے تو دونوں اپنے اپنے خواب کی نوید ایک دوسرے کو سناتے ہیں اور بریلی میں پیدا ہونے والے نومولود کی بشارت سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کو اس طرح دیتے ہیں کہ:

”بڑے مولانا آپ کے گھر بیٹے کی ولادت ہوئی ہے اور یہ بچہ پیدائشی ولی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے وقت کے ولیِ کامل کو مرید کرلوں۔ جب میں بریلی آؤں گا، آپ اس بچے کو ضرور دکھائیے گا“ اعلیٰ حضرت نے غلامانہ انداز میں عرض کیا:

”حضور نومولود تو آپ کا غلام ہے اسے ضرور داخل سلسلہ فرمائیے“۔

حضور نوری میاں نے بشارت کے ساتھ نام بھی عطا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت بریلی شریف پہنچے تو صاحب زادے کی پیشانی میں نور ولایت دیکھ کر سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعۃ المبارکہ صبح صادق کے وقت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے مکان میں ہوئی۔ سیّدی اعلیٰ حضرت نے محمد نام رکھا اور اسی نام پر عقیقہ بھی فرمایا۔ پیر و مرشد سرکار نوری میاں نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا۔ عرف میں والد بزرگوار سیّدی اعلیٰ حضرت نے ”مصطفیٰ رضا“ نام رکھا۔ یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ عوام وخواص اسی نام سے پکارتے رہے۔ بعد میں اپنی فقہی صلاحیتوں کی بنیاد پر مفتیِ اعظم کے لقب سے یاد کیے گئے اور آج پوری دنیا اسی لقب سے جانتی، پہچانتی اور مانتی ہے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ سَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (۱۳۱۰ھ) سے نکلتی ہے۔

نقش سراپا

جب آپ کے حسن و جمال اور نقش سراپا پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نقش ونگار پر جو خامہ فرسائی آپ کے شاگرد و خلیفہ حضرت مفتی سید شاہد علی رام پوری نے کی ہے کو اعتبار کا درجہ حاصل ہے اُنھیں کے حوالے سے معمولی حذف و اضافہ کے ساتھ دیگر مصنفین نے نقل کیا ہے۔ ذیل میں آپ کا سراپا حضرت مفتی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

رنگت سرخی سفید مائل، **قد** میانہ، **بدن** نحیف، **سر** بڑا، گول، اُس پر عمامہ کی بہار، **چہرہ** گول، روشن و تاب، ناک نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آ جائے۔ **پیشانی** کشادہ، بلند، تقدس کے آثار لیے ہوئے، **بھویں** گنجان، ہالہ لیے ہوئے، **پلکیں** گھنی، بالکل سفید، ہالہ نما۔ **آنکھیں** بڑی بڑی، کالی، چمک دار، گہرائی و گیرائی لیے ہوئے۔ **رخسار** بھرے بھرے، گداز، روشن، جلال و جمال کا آئینہ۔ **ناک** متوسط۔ **مونچھ** نہ بہت پست نہ اٹھی ہوئی، **لب** پتلے، گلاب کی پتی کی طرح، تبسم کے آثار لیے ہوئے۔ **دندان** چھوٹے چھوٹے، ہم وار، موتیوں کی لڑی کی طرح جب تبسم ریز ہوتے۔ **کان** متناسب، قدرے درازی لیے ہوئے۔ **گردن** معتدل، سینہ فراخ کچھ روئیں لیے ہوئے۔ **کمر** خمیدہ مائل۔ **ہاتھ** لمبے لمبے جو سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل۔ **کلائیاں** چوڑی، روئیں دار۔ **ہتھیلیاں** بھری ہوئیں گداز، **انگلیاں** لمبی لمبی، موزوں، کشادہ، **پاؤں** متوسط، **ایڑیاں** گول، موزوں۔

بچپن کی پھبن

دانش وروں کا کہنا ہے کہ سپوت کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ہمارے مرشد حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کا بچپن نہایت سنجیدہ، کھیل کود سے دور، انتہائی مؤدب تھا۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''بچپن میں اگر والد بزرگوار کو ملنے آتے تو عام بچوں کی طرح چیزوں کو اٹھا کر کھیلتے نہیں تھے، والد کے کاندھوں اور سر کو پھلانگتے نہیں تھے بلکہ سامنے دوزانو مؤدب ہو کر بیٹھتے۔

دیکھنے والے اندازہ لگا لیتے کہ مستقبل میں اعلیٰ حضرت کی مسند کا وارث کس شان کا مالک ہوگا، جس کا بچپن ایسا ہے، جوانی اور پھر پیری کی سنجیدگی کا عالم کیا ہوگا۔ع

گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ

تعلیم وتربیت

چار سال چار دن کی عمر میں رسم بسم اللہ خوانی خود سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے کرائی اور تعلیمی نگہداشت کے لیے حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب خلف اکبر امام اہل سنت کو خاص طور پر مقرر کیا گیا جو حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے بڑے برادر تھے اور عمر میں ۱۸ سال بڑے تھے۔ حضور مفتیِ اعظم ہند نے ۳ سال کی قلیل مدت میں قرآن مقدس ختم فرمایا اور ۱۸ سال کی عمر میں مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا رحیم الٰہی منگلوری، مولانا سیّد بشیر احمد علی جونا گڑھی، مولانا ظہور حسین رام پوری، حجۃ الاسلام حامد رضا خان اور خاص طور پر سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا وسرکار نوری میاں علیہم الرحمہ ہیں۔ حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کو اللہ پاک نے جو صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔

بیعت وخلافت

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حضور مفتیِ اعظم جب پیدا ہوئے تب ہی آپ کے پیرو مرشد سیّد المشائخ حضرت سیّد ابوالحسین نوری میاں علیہ الرحمہ نے آپ کے والد بزرگوار سیّدی اعلیٰ حضرت کو بشارت عطا فرمائی، نام تجویز کیا، ساتھ ہی بریلی شریف آنے کا وعدہ فرمایا اور بیعت کا تذکرہ بھی کیا اور جب چھ مہینے کے بعد سرکار نوری میاں بریلی شریف تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضور مفتیِ اعظم کو سرکارِ نوری میاں کی گود میں دیا۔ حضور نوری میاں نے اپنی انگشت شہادت چھ ماہ تین دن کے آل رحمٰن مصطفیٰ رضا خان کے منہ میں ڈالی، داخل سلسلہ فرمایا اور صرف

چھ مہینے تین دن کی عمر میں تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی بشارت بھی عطا فرمائی کہ یہ بچہ دین وسنّیت کی خدمت کرے گا اور خلق خدا کو اس سے فیض پہنچے گا، اس بچے کی نگاہ ولایت سے لاکھوں بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہوگی۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ نوری گھرانے کے سرکار نوری کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور کیوں نہ ہو؟ ایک ولی ابن ولی آل نبی کی زبان تھی اور ایک ہند ہی نہیں بلکہ عرب وعجم جس کے فیضان سے مالا مال ہوئے اور اہل شک یقین کی منزل کے مسافر بن گئے اور سرکار نوری میاں کے ایک نوری نے لاکھوں کو نوری بنا دیا۔ آج بھی ہم ان نوریوں کی نورانیت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

ترا نوری وہ ہے جس نے بنائے ان گنت نوری
ترا قطرہ وہ ہے جس سے ملا دھارا سمندر کا

☆☆☆

حضور مفتیِ اعظم اور فن افتا

حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے خاندانی آبا واجداد میں ایک سے ایک فقیہ اور مفتی ہوئے ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت مفتی رضا علی خان بریلوی (متوفی ۱۲۸۲ھ) اپنے زمانے کے عظیم ترین مفتیوں میں شمار کیے جاتے تھے اور آپ کے دادا حضرت مولانا نقی علی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۹۷ھ) ایسے عظیم ترین فقیہ تھے کہ آپ کے حوالے سے خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میری نظر میں موجودہ دور میں دو ہستیاں ہیں، جن کے فتوے پر آنکھ بند کر کے عمل کیا جا سکتا ہے ایک تو تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی اور دوسرے والد گرامی حضرت علامہ مفتی نقی علی خان ہیں۔

حضور مفتیِ اعظم کے والد بزرگوار حضور سیّدی اعلیٰ حضرت کا کیا کہنا! فقہ وافتا میں اللہ نے ایسی عظیم شان عطا فرمائی تھی کہ عرب وعجم کے علما آپ کی فقہی مہارت کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے بلکہ دانش وروں نے یہاں تک کہا کہ اگر امام اعظم کے زمانے میں اعلیٰ حضرت ہوتے تو امام

اعظم آپ کو اپنے خاص اصحاب میں شامل فرما لیتے ۔ ایسے عظیم فقیہ نابغۂ عصر مفتی کی گود میں حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ نے پرورش پائی۔

کہا جاتا ہے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹا باپ کا عکس ہوتا ہے تو کیوں نہ وہ مقدس باپ کی فقہی بصیرتوں کے جلوے بکھیرتے جس کے پردادا ، دادا اور والد صرف مفتی نہیں بلکہ مفتی گر تھے تو اس مفتی کی شان کا کیا کہنا۔

حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی کا آغاز یوں ہوا کہ ایک مرتبہ حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ دارالافتاء میں تشریف لائے ، دیکھا کہ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ کا قلمی نسخہ دیکھ کر فتویٰ نقل کر رہے ہیں، آپ نے بڑی سادگی سے فرمایا: کتاب دیکھ کر فتویٰ نقل کر رہے ہیں، ان صاحب نے فرمایا بغیر دیکھے آپ لکھیں تو جانیں! آپ نے کاغذ اور قلم سنبھالا اور لکھ دیا، جب فتویٰ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو امام نے تحریر پہچان لیا اور فرمایا کہ کس نے لکھا ہے؟ جواباً عرض کیا گیا چھوٹے صاحب زادے نے۔ حکم پر آپ کو بلایا گیا اور مقدس بیٹے کا پہلا فتویٰ دیکھ کر والد کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ پانچ روپے نقدی انعام میں دیے اور فرمایا: مہر بنوا دی جائے گی، آج سے تم فتویٰ دیا کرو۔

یہ حسن اتفاق تھا کہ اعلیٰ حضرت نے پہلا فتویٰ مسئلۂ رضاعت پر دیا اور حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ نے بھی پہلا فتویٰ مسئلۂ رضاعت پر عطا فرمایا۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی ۔ یہ فتویٰ ۱۹۱۰ء میں لکھا گیا۔ فتویٰ اتنا جامع تھا کہ اعلیٰ حضرت نے بغیر ترمیم واضافہ کے تصدیق فرما دی۔

مفتیِ اعظم متقیِ اعظم

سرکار مفتیِ اعظم کی ذات بابرکت ایسی عظیم تھی کہ کسی ایک فن کی بات ہو تو ان کے حوالے سے کہا جائے کہ وہ اس میں کمال رکھتے تھے وہ تو ایسے صاحب کمال تھے کہ خود ہر فن ان کے قریب ہو کر کمال کا درجہ حاصل کر لیتا تھا۔ آج کے دور کی سچویشن یہ ہے کہ دنیا کے جس علاقے میں آپ

انسانوں کو دیکھیں عزت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے دکھائی دیں گے۔کوئی کسی سرمایہ دار کے قریب ہونے پر عزت محسوس کرتا ہے،کوئی کسی حکومت کے ذمہ دار کے قریب ہونے میں عزت محسوس کرتا ہے،کوئی ظاہری وضع قطع کو بہترین بنا کر کے عزت حاصل کرنے کی سوچتا ہے، کسی نے یہ تصور کیا کہ فلاں ہیرو کے قریب بیٹھیں گے تو عزت مل جائے گی،کسی نے یہ تصور کیا کہ عالی شان محل بنالیں گے تو عزت مل جائے گی،کسی نے یہ سوچا کہ اقتدار کی کرسی پر بیٹھیں گے تو عزت مل جائے گی،کسی نے یہ تصور کیا کہ مال وزر کے انبار لگالیں گے تو عزت مل جائے گی،لیکن میرے مفتیِ اعظم ہند نے پوری دنیا کو بتا دیا کہ عزت ان مادّی چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی، عزت تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے،اللہ سے ڈرنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

ان ساری چیزوں کی وجہ سے ملنے والی عزت عارضی ہوتی ہے اور وہ دراصل عزت ہی نہیں ہوتی۔اگر کوئی انسان یہ سمجھتا ہو کہ میں اقتدار کی کرسی پر بیٹھا ہوں تو مجھے عزت مل رہی ہے، یہ اس کی عزت نہیں ہوتی،اقتدار کی کرسی کی عزت ہوتی ہے،مال وزر کا انبار کسی کے پاس ہو،کوئی اس کی عزت کرر ہا ہو،تو یہ اس کی عزت نہیں ہوتی،مال وانبار کی عزت ہوا کرتی ہے۔لیکن مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بتا دیا تم تقویٰ کا لباس پہن لو اللہ تمہیں خود عزت عطا فرمادے گا،تم تقویٰ کے لباس کو اختیار کرلو تو اللہ کے نزدیک بھی عزت والے بن جاؤ گے۔

ایک بچہ اگر باپ سے ڈرتا ہے تو باپ کی نگاہوں میں اس کی عزت بن جاتی ہے۔ایک شاگرد استاد سے ڈرے تو استاد کی نگاہوں میں اس کی عزت بن جاتی ہے تو جو خدا سے ڈرے تو وہ کیا عزت والا نہیں بن جائے گا؟ آج کے مسلمانوں نے اس فلسفے کو نہیں سمجھا۔آج مسلمانوں کا عالم یہ ہے کہ مسلمان باعزت تو بننا چاہتا ہے مگر تقویٰ کے بغیر بننا چاہتا ہے لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ تقویٰ کے بغیر نہ دنیا میں عزت مل سکتی ہے اور نہ آخرت میں۔

تقویٰ بہت بڑے سرمائے کا نام ہے،تقویٰ بہت بڑی دولت کا نام ہے،تقویٰ کے معنیٰ بچنا بھی ہوتا ہے اسی لیے جب انسان کی زندگی انتہائی اہم موڑ پر پہنچتی ہے یعنی نکاح ہوتا ہے تو اس کے ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے۔اس موقع پر خطبۂ نکاح کے اندر تین آیتوں کا پڑھنا

مسنون بتایا گیا ہے اور اُن تین آیتوں میں تقویٰ کا ذکر ملتا ہے:

پہلی آیت یہ ہے: یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ. الخ (سورۂ نساء، پارہ ۴، آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو۔ الخ

دوسری آیت یہ ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ.

(سورۂ آل عمران، پارہ ۴، آیت ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

تیسری آیت یہ ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلاً سَدِیْداًo (سورۂ احزاب، پارہ ۲۲، آیت ۷۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔

نئی زندگی کے آغاز کے موقع پر پہلے ہی خطبے کے اندر جس تقویٰ کا درس دیا جاتا ہے اس کا معنی ہوتا ہے: ڈرنا، بچنا۔ آج اگر مسلمانوں سے یہ پوچھا جائے کہ تم اللہ سے ڈرتے ہو یا نہیں؟ ہر مسلمان جواب دے گا ''میں اللہ سے ڈرتا ہوں'' پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو نماز کیوں قضا ہوتی ہے؟ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو جھوٹ کیوں بولتے ہو؟ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو گانے کیوں گنگناتے ہو؟ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو دغا بازی کیوں کرتے ہو؟ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو غیبت کیوں کرتے ہو؟ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو خیانت کیوں کرتے ہو؟ پتہ یہ چلا کہ ڈرنا صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے۔ حقیقی معنوں میں اگر اللہ سے ڈرنے کے تصور کو دیکھا جائے تو آج کے انسان کی زندگی میں خال خال ہی نظر آئے گا۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ تقویٰ کا ایک معنیٰ بچنا بھی ہوتا ہے لیکن بچنے کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ہر گناہ سے بچنے والا متقی نہیں۔ ایک آدمی سوسائٹی میں عزت والا اور مقام و مرتبہ والا ہے وہ اس لیے گناہ سے بچتا ہے کہ لوگ مجھے گناہ کرتے دیکھیں گے تو ذلیل کر دیں گے اور میری عزت چلی جائے گی۔ یہ اس کا گناہ سے بچنا تقویٰ نہیں کہلائے گا، اچھی چیز کہلائے گی، اس کا ثواب اسے ملے گا، اس کا فائدہ اسے ملے گا، رسوائی سے بچنے ہی کے خوف سے اگر وہ گناہ سے بچ رہا

ہے تو بھی اس کو ثواب ملے گا مگر اسے تقوی نہیں کہا جائے گا۔ ایک آدمی گناہ کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ گناہ کر سکے، یہ گناہ سے بچنا تقویٰ نہیں کہلائے گا لیکن اس سے بچنے کا ثواب اسے ملے گا۔ ایک انسان گناہوں پر قدرت ہی نہیں رکھتا لیکن دل میں خیال رکھتا ہے کہ میرے پاس طاقت ہوتی تو میں گناہ کرتا لیکن طاقت ہی نہیں اور وہ گناہ سے بچتا ہے، یہ بچنا اس کے لیے مفید ضرور ہے لیکن تقویٰ نہیں کہلائے گا لیکن ایک انسان تنہائی میں ہے کوئی دیکھنے والا بھی نہیں مال اور طاقت بھی اس کے پاس موجود ہے اور ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے وہ گناہ سے بچ رہا ہے اس لیے بچ رہا ہے کہ میرا مولیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، میرا پالنہارِ حقیقی مجھے دیکھ رہا ہے، میرا معبود برحق مجھے دیکھ رہا ہے تو ایسے شخص کے اس ڈرنے کو ضرور تقوی کہا جائے گا۔ جب کسی کو یہ مقام مل جاتا ہے کہ وہ صرف اللہ سے ڈر کر کے اپنے وجود کو گناہوں سے بچاتا ہے تو میرا کریم اسے دنیا میں بھی عزت عطا فرماتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اسے عزت سے ہم کنار فرمائے گا۔

آج ہماری سچویشن (Situation) یہ ہے کہ بہت سارے ہمارے کام ادھورے پڑے رہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ کام ہوتا نہیں، کوشش کے بعد بھی نہیں ہوتا لیکن جب ایسے ہی کاموں کی فہرست ہم اللہ والوں کی زندگی میں دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جو نہ ہونے والے کام ہوتے ہیں وہ بھی ان کے صدقے میں ہو جاتے ہیں۔ کیوں ہو جاتے ہیں؟ قرآن اِس راز سے پردہ اٹھاتا ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَل لَّهُ مِنۡ أَمۡرِهِ يُسۡرًا (سورۂ الطلاق، پارہ ۲۸ آیت: ۲)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ رب العزت اس کے کام کو آسان کر دیتا ہے۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ ملتا کیسے ہے؟

تو قرآن مقدس میں میرے کریم جل جلالہ نے فرمایا:

إِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓءُ. (سورہ فاطر، پارہ ۲۲، آیت ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

تقویٰ کی فضیلت پر قرآن مقدس اٹھا کر کے دیکھو کہ جس کے پاس تقویٰ کی دولت ہوتی ہے اسے آخرت میں اللہ کتنی عزت عطا فرماتا ہے۔ اہل تقویٰ کی پہچان یہ ہے کہ وہ حرام چیزوں سے ہی نہیں بلکہ مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے وجود کو بچایا کرتے ہیں۔

شرح عقائد میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ ولی کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ولی وہ ہوتا ہے جو حتی المقدور اللہ کی ذات اور صفات کا عارف ہو، اطاعت میں ہمیشگی برتتا ہو، گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ صغیرہ کے اصرار سے بچتا ہو اور چوتھی بات بیان فرماتے ہیں کہ مباح لذات وشہوات میں مستغرق ہونے اور اس میں انہاک سے بچتا ہو جس میں یہ خوبیاں ہوں وہ اللہ کا ولی ہے''۔

قرآن مقدس میں اللہ پاک نے ولی کی پہچان تقویٰ سے کرائی، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. (سورۂ انفال، پارہ ۹، آیت ۳۴)

ترجمہ: اس کے اولیا تو پرہیز گار ہی ہیں

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَا ءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

(سورۂ یونس، پارہ ۱۱، آیت ۶۲)

(ترجمہ) سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان علوم وفنون میں کتنا ہی ماہر ہو لیکن اگر اس کے دل میں خشیت ربّانی نہ ہو، اس کا دل تقویٰ سے عاری ہو، تو ایسے شخص کو پڑھا لکھا تو کہہ سکتے ہیں لیکن عالم ربّانی نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے علماے ربّانیین کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَدِہِ الْعُلَمٰؤُ. (سورہ فاطر، پارہ ۲۲، آیت ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

ہم آقاے نعمت حضور مفتی اعظم ہند کی خلوت وجلوت سفر وحضر کا جائزہ لیتے ہیں تو مفتی اعظم صرف مفتی اعظم نہیں بلکہ اپنے وقت کے متقیِ اعظم بھی نظر آتے ہیں۔ ذیل میں چند

واقعات سرکار حضور مفتی اعظم کے تقویٰ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

توبہ کرانے والے نے خود بھی توبہ کی

آج کل یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ اگر کوئی غلطی کر بیٹھے تو غلطی کرنے والے سے ہم توبہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور توبہ کرواتے بھی ہیں یہ اچھی بات ہے مگر حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس وقت ہم توبہ سے شرماتے ہیں، ٹال مٹول کرتے ہیں، لوگ کیا سوچیں گے، احباب کیا کہیں گے، مرید اور شاگردوں پر کیا اثر پڑے گا، ان وسوسات کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ غلطیوں کی غلط سلط تاویلیں کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے مگر واہ رے مفتیِ اعظم! آپ کی شان یہ ہے کہ ہزاروں علما، سینکڑوں فقہا اور لاکھوں عوام کے شیخ طریقت، دنیاے سنّیت کے تاجدار ہونے کے باوجود اگر کوئی بات خلاف شرع محسوس ہوتی تو خود بھی اپنے رب کی بارگاہ میں کسی کی پرواہ کیے بغیر توبہ کرتے تھے۔

حضرت علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب علیہ الرحمہ (مفتیِ اعظم مہاراشٹر) نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ حیدرآباد کے سفر میں تھے، وہاں آپ کے ایک خلیفہ جو حضور غوث پاک کی اولاد میں حنبلی المسلک تھے، ان کی دعوت پر حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ ان کی خانقاہ میں تشریف لے گئے، سرکار مفتیِ اعظم کی آمد پر انھوں نے بڑا اہتمام کیا، علما و عمائدین اور عوام سے خانقاہ بھری ہوئی تھی، حضور مفتیِ اعظم ہند کی نظر اچانک خانقاہ میں لگے ہوئے ایک طغرے پر پڑتی ہے اور ہزار ہا نرم طبیعت کے باوجود بھی چہرے پر جلال کے آثار ظاہر ہیں اور جلال میں طغرے کے حوالے سے یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ اس طغرے کو نکال کر پھینکو اور توبہ کرو۔ صاحبِ خانقاہ سیّد صاحب نے مرشد اجازت کے تیور دیکھے تو وہ طغری وہاں سے ہٹا دیا، طغرے سے حضور مفتیِ اعظم کی ناراضگی اور آپ کا جلال دیکھا تو ہر ایک تجسس سے طغریٰ پڑھنے لگا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

زاہد تو بخشے جائیں گے گنہ گار منہ تکیں ۔۔۔ اے رحمت خدا تجھے ایسا نہ چاہیے

طغریٰ ہٹا دیا گیا، پوری محفل پر ایک بارعب خاموشی چھائی ہوئی تھی، ظاہر سی بات ہے شاعر نے شعر میں رحمتِ خدا کا مذاق اڑایا تھا، لگانے والوں نے لگایا، حضور مفتیِ اعظم نے ان سے توبہ کروائی، انہوں نے توبہ کرلی، معاملہ ختم ہوگیا مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر لوگوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا کہ جس مفتیِ اعظم نے طغریٰ لگانے والوں سے توبہ کروائی وہ مفتیِ اعظم خود بھی بار بار توبہ کررہے ہیں اور لوگوں سے فرماتے ہیں: لوگو! گواہ رہنا میں بھی توبہ کرتا ہوں۔ لوگ حیران تھے کہ حضور مفتی اعظم سے کیا خطا سرزد ہوگئی کہ آپ توبہ فرمارہے ہیں تو آپ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ طغرے پر جو شعر لکھا تھا یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے مگر چوں کہ ابھی شعر میں رحمتِ خدا بھی لکھا ہوا اب میری زبان سے نکل گیا'' نکالو اور پھینکو'' شعر اگرچہ غلط ہے لیکن نام خدا اور رحمت خدا جس پر لکھا ہوا ہے اس کے لیے پھینکنے کا لفظ بھی خلافِ ادب ہے اس لیے میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ اکبر!

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سرکار مفتیِ اعظم مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے، مسجد نبوی شریف میں ہیں، دوپہر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ ہے، گرمی کا موسم ہے، اس زمانے میں کولر سسٹم نہیں تھا اور بھشتی ہوتے تھے جو مشک سے پانی پلایا کرتے تھے، حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ ظہر کے بعد مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے اور بار بار اپنی زبان کو ہونٹوں پر پھیرا کرتے تھے، مرید نے محسوس کیا کہ شاید حضرت کو پیاس لگی ہے تو پانی پلانے والے بھشتی لوگ گھوم رہے تھے۔ عقیدت مندوں نے ایک بھشتی سے پانی لیا اور پانی لے کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور! کچھ پیاس زیادہ محسوس ہورہی تھی پانی نوش فرمالیں۔ حضرت نے پانی لیا اور مسجد نبوی شریف کے باہر چلے گئے اور باہر جاکر کے پانی پیا اور پھر مریدوں نے کہا کہ حضور! یہ باہر جاکر پانی پینے کی وجہ؟ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ میں نے اعتکاف کی نیت کی تھی یا نہیں اور شبہہ کی حالت میں بچنا بہتر ہے۔

ایک صاحب سفر کے اندر حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ٹرین ہی کے اندر گزارش کرتے ہیں کہ حضور یہ یہ تکلیف ہے نقش عطا فرمادیں۔ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا: کاغذ لے آیئے اس پر نقش لکھ دیتا ہوں۔ کاغذ لایا گیا، آپ نے اس پر نقش لکھ دیا اور عادت کے

مطابق جتنے نقوش کی ضرورت تھی اتنے نقوش آپ نے اس کاغذ سے پھاڑے اور اس کے بعد وہ نقوش ان کو دے دیے۔ کاغذ ہاتھ میں رہ گیا وہ شخص بازو کے ڈبے میں تھا، لے کر کے چلا گیا، اس کے جاتے ہی دوسرے صاحب کھڑے ہو گئے۔ حضور! مجھے بھی ایک نقش چاہیے۔ حضرت نے فرمایا: کاغذ لے آؤ۔ وہ عرض کرتا ہے حضور! یہ آپ کے ہاتھ میں تو ہے نا، اس پر لکھ دیجیے۔ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اس کاغذ کے مالک سے اجازت نہیں لی ہے، میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے کاغذ کا استعمال کیسے کروں؟

غور فرمائیں کہ جو شخص ایک معمولی کاغذ کے استعمال کے حوالے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا خوف رکھتا ہو اس کا مقام و مرتبہ کتنا بلند رہا ہوگا، لاؤ آج ایسا کوئی شخص! افسوس صد افسوس! آج کا عالم یہ ہے کہ مالِ مفت دلِ بے رحم والی پوزیشن ہے۔ الا ماشاء اللہ!

اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن مصلیوں کی گردن پھلانگ کر آگے جانے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وعید ہے:

مَنْ تَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِتَّخَذَ جَسْرًا اِلٰی جَهَنَّمَ

(مشکوٰۃ شریف، حدیث ۱۳۹۲ دار الفکر بیروت)

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔

اس فرمان والا شان کے بموجب شریعتِ اسلامیہ کا یہ حکم ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں مصلیوں کی گردن پھلانگ کر آگے جانا شرعاً ممنوع اور معصیت ہے ہاں اگلی صف والوں نے جگہ چھوڑ رکھی ہو، تو اسے پر کرنے کے لیے آگے جایا جا سکتا ہے۔ صف پر کیے بغیر پیچھے بیٹھ کر ان لوگوں نے اپنی حرمت خود ضائع کی اس شرعی مسئلے کو مدنظر رکھ کر واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اشرفیہ کے سابق ناظم الحاج محمد عمر صاحب مرحوم کے خلف الصدق حضرت مولانا نثار احمد صاحب غالباً پہلی بار مبارک پور میں حضور مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو لائے اور یہ آپ کی تشریف آوری بالکل نجی اور بغیر کسی سابقہ اطلاع کے صرف شخصی دعوت پر ہوئی

اس لیے عوام اہل سنت تو کیا اشرفیہ کے لوگوں کو بھی اس کی پیشگی خبر نہ ہو سکی۔ دن جمعہ کا تھا، جمعہ کے وقت مولانا نثار احمد صاحب حضرت کو لے کر اس وقت پہنچے کہ مسجد بھر چکی تھی، موسم گرمی کے تھے، اس لیے مصلیوں کی آخری صف دھوپ سے بچنے کے لیے بالکل مسجد سے ملی جلی مسجد کی دیوار کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت کرتا پائجامہ اور غالباً زرد رنگ کی صدری اور دو پلی ٹوپی اوڑھے ہوئے تشریف لائے، گرمی سے بچنے کے لیے تولیہ سر پر ڈال رکھا تھا، اہل مبارک پور کے دل میں علما و مشائخ کی جو قدر و منزلت تھی اُدھر حضرت کا پرنور چہرہ دلکش شخصیت پھر ساتھ میں مولانا نثار احمد بھی تھے، لوگوں نے دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا کہ کوئی بڑے عالم دین ہیں، اچھے بزرگ ہیں اور اِدھر اُدھر کھسک کر آگے جانے کے لیے آپ کو راستہ دینے لگے کیوں کہ مسجد میں علما کے ساتھ ان کے احترام و عقیدت کا یہی معمول تھا لیکن حضور مفتیِ اعظم دھوپ میں ہی تولیہ بچھا کر سب سے پیچھے بیٹھ گئے، اصرار کے باوجود آگے نہیں بڑھے، یہ سارا واقعہ ادھر ہی ہو رہا تھا جدھر میں نماز پڑھ رہا تھا، نماز کے بعد معلوم کرنا چاہا یہ کون بزرگ تھے تو معلوم ہوا کہ مفتیِ اعظم ہند ہیں۔

غالباً یہ میری پہلی زیارت تھی دل نے فیصلہ کیا سبحان اللہ! مسئلہ ہم لوگ بھی پڑھتے ہیں لیکن صرف پڑھنے کے لیے اور یہ اللہ والے پڑھتے ہیں تو عمل کرنے کے لیے اسی لیے دل بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی ایک میرے مفتیِ اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضور مفتیِ اعظم اور ذکر الٰہی

آج کا انسان بے قرار ہوتا ہے تو گناہوں کی دہلیز پر قدم رکھ کر سکون حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ کے جو ولی ہوتے ہیں ان کا قلب مضطرب ہوتا ہے تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔ قلب کو اطمینان مل جایا کرتا ہے، ان کا سکون اللہ کے ذکر میں ہوتا ہے، ان کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہوتا ہے، سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو دیکھو۔ تمہیں تسلیم کرنا

پڑے گا کہ وہ لمحہ لمحہ یادِ الٰہی میں مصروف نظر آتے ہیں، پل پل ذکر الٰہی میں نظر آتے ہیں، ان کا سونا اللہ کی یاد میں ہوتا تھا۔ ان کا اٹھنا اللہ کی یاد میں ہوتا تھا۔ یہاں تک فرمایا گیا کہ جب وہ سوتے تھے تو ان کے دل سے ذکر الٰہی کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ اللہ کا ایسا ذکر کرنے والا بندہ جس کی زندگی ایسی ہے کہ دنیا سے کٹ کر یادِ مولیٰ اور یادِ الٰہی میں مصروف ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ. (سورۂ بقرہ، پارہ۲، آیت ۱۱۲)

ترجمہ: تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ قرآن کہتا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً. (سورۂ احزاب، پارہ ۲۲، آیت ۱۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو۔

دشمن سے جب مقابلہ ہو تو قرآن کہتا ہے:

يَـآاَيُّهَـا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۂ انفال، پارہ ۱۰، آیت ۴۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

ایک دشمن تو وہ ہے جو باہر تلوار لے کر ہمارے مقابلے کے لیے کھڑا ہے، ایک دشمن وہ ہے جو صفحہ ہستی سے ہمارا نام ونشان مٹانے کے لیے جد وجہد کر رہا ہے، ایک دشمن وہ ہے جو ہمارے مقابلے کے درپے ہے اور ایک دشمن وہ ہے جو ہمارے اندر ہی موجود ہے وہ ہمیں مولیٰ کی یاد سے روکتا ہے، ہمیں اللہ کی محبت سے روکتا ہے، ہمیں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت سے روکتا ہے، ہمیں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تڑپنے سے روکتا ہے۔ ہمیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا ہے۔

اب اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ تو قرآن کہتا ہے:

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

ترجمہ: تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

جب باہری دشمن سے مقابلے کے لیے ثابت قدم رہتے ہوئے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اللہ کامیابی عطا فرماتا ہے تو اندر کے دشمن کو بھی مٹانے کے لیے اللہ کی یاد میں اگر کوئی مصروف ہو جائے تو مولیٰ اسے کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار فرما دیتا ہے۔ کوئی لمحہ حضور مفتیِ اعظم ہند کا یادِ الٰہی سے غفلت میں نہیں گزرتا تھا وہ تو ایسے ذاکر تھے کہ ان کو دیکھنے والا بھی اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جایا کرتا تھا ان کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ان کو دیکھ کر انسان کی زبان سے بے ساختہ **سبحان اللہ !** نکل جاتا تھا۔

☆☆☆

مفتی اعظم کا ایک مثالی مرید

ہمارے ایک ساتھی عارف پٹیل جو تحریک کے مبلغ ہیں برطانیہ سے آئے تھے، وہ بریلی شریف گئے، سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری دے کر وہ نکلے۔ ایک دوکان سے کچھ چیزیں انہوں نے خریدیں، انتالیس روپے کا بل بنا، انہوں نے چالیس روپے دیے، دوکان والے چاچا ایک روپیہ ڈھونڈ رہے تھے، میرے ساتھی نے کہا چچا رہنے دو کوئی بات نہیں۔ چچا نے کہا: نہیں ایک روپیہ پہلے لینا پڑے گا۔ کہا کوئی بات نہیں ہم آپ کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ ہم تھوڑی آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے خیانت کی ہے۔ کہا نہیں ہمارے پیر کی تعلیم ہے کہ اہلِ حق کو ان کا حق ادا کرو یہ ہمارے پیر کی تعلیم ہے یہ ایک روپیہ آپ کا حق ہے وہ آپ کو لینا ہوگا۔

ہمارے ساتھی کو ان کی باتیں بڑی پیاری لگیں، انہوں نے پوچھا کیا آپ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں؟ کہا: ہاں! بولے اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر بیٹھوں؟ تو چچا نے کہا بیٹھئے۔ ہمارے ساتھی گزارش کرتے ہیں کہ ہمیں سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کچھ باتیں سناؤ۔ انہوں نے کہا ایک بات ہو تو آپ کو بتاؤں، ان کی تو ہر بات نرالی تھی، کیا کہنا بڑے مولانا کا۔ میرے ساتھی نے کہا کچھ تو سنائیے:

آپ نے کہا: سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند کی ایک عادت تھی کہ اگر کوئی پریشان حال آتا اور کہتا کہ میرا بچہ بیمار ہے یا میرے گھر میں یہ پریشانی ہے حضرت کو وہ رکشہ پیش کرتا تو حضرت سائیکل رکشہ میں بیٹھ کر بھی اس کے یہاں چلے جایا کرتے تھے کبھی حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے یہ سواری دوگے تو ہی میں آؤں گا۔ یہ کمال حضرت کی زندگی میں ہم نے دیکھا وہ آنے والے کی پریشانی کو دیکھتے تھے اپنی پریشانی پر کبھی انہوں نے نظر نہیں فرمائی۔

ہم نے حضور مفتیِ اعظم ہند کی خوراک دیکھی ہے۔ آپ یقین مانیں کہ صبح ناشتے کے اندر حضرت بہت مشکل سے ایک انڈا یا ایک چپاتی تناول فرمالیتے تھے کوئی خاص خوراک فرمائشی نہ تھی، جو میسر ہوا بسم اللہ کہہ کر حضرت نے تناول فرمالیا۔

اور ہاں حضرت کی زبان پر اکثر یہ ورد میں نے دیکھا اور الحمدللہ! میں اس وقت سے یہ کوشش کررہا ہوں جب حضرت سے بیعت ہوا تھا لیکن جب حضرت کی باتیں کچھ عمر گزرنے کے بعد یاد آتی رہیں۔ پڑھتے گئے حضرت کی زندگی کو تو حضرت کا وہ عمل میرے دل ودماغ کے اوپر بالکل چھا گیا اور یاد آنے لگا وہ عمل یہ تھا یا حیُّ یاقَیُّوْم بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْث.

میں آپ سب سے گزارش کرتا ہوں کہ اس عمل کو اپناؤ بلکہ ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ یہ اسم اعظم ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند اکثر یہ پڑھتے تھے گاڑی میں بیٹھے تو یا حیُّ یاقَیُّوْم بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْث. کا ورد جاری رہتا۔

ہم اگر تھک جائیں تو اُف اور آہ کہتے ہیں، لیکن خدا کی قسم میں نے مفتیِ اعظم کو کبھی اف آہ کرتے نہیں دیکھا اللہ اللہ! کروٹ لیتے تھے تو اللہ، اٹھتے تھے تو اللہ، بیٹھتے تھے تو اللہ، پوری زندگی اللہ کی یاد میں انہوں نے گزاری، اُف اور آہ کبھی نہ کیا۔

حضور مفتیِ اعظم کا انداز دعوت وتبلیغ

سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند تعویذات کے سلسلے میں بڑے مشہور رہے اور خدمتِ خلق تعویذات کے ذریعہ بھی آپ فرماتے تھے۔ تعویذ میں کیا لکھتے تھے اللہ کا ذکر ہی تو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر اس کے بعد جو کچھ لکھنا ہوتا جس مرض کے ازالے کے لیے بندہ آیا ہے اُس

مرض کے ازالے کے لیے تعویذ لکھتے تھے اور اس کے حوالے سے دعائیں کرتے تھے۔

آج ہم لوگ بھی تبلیغ کے نام پر نکلے ہیں اور دعوت و تبلیغ کے فریضے کو انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہماری تبلیغ کا انداز کیا ہے؟ مجمع اکٹھا کیا جائے، پوسٹر شائع ہو، مجمع جم جائے، پھر ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات کرتے ہیں۔ اے مفتیِ اعظم آپ کی عظمتوں کو سلام! آپ کے لیے راتوں کو مجمع نہیں سجایا جاتا تھا بلکہ آپ کا عالم یہ تھا جہاں بیٹھے لوگ مرید بننے آئے تو تقریر شروع ہوگئی، کوئی تعویذ لینے آیا تو تقریر شروع ہوگئی، ہم رات کو ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ بولتے ہیں اور مفتیِ اعظم کا عالم یہ تھا کہ وہ صبح بھی بول رہے ہیں، دوپہر میں بھی بول رہے ہیں، شام میں بھی بول رہے ہیں، ان کی تبلیغ کا عالم یہ ہے کہ آپ یہ نہیں سوچتے کہ میں نصیحت کروں گا تو سامنے والے کو اچھا لگے گا یا برا لگے گا؟ وہ تو یہ سوچتے تھے کہ میرا مولیٰ کس چیز میں راضی ہوتا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں راضی ہوتے ہیں۔

مفتیِ اعظم ہند کا لمحہ لمحہ دعوت و تبلیغ میں صرف ہوتا نظر آتا ہے، کوئی تعویذ لینے آیا فرمایا: بیٹے! نماز پڑھتے ہو یا نہیں پڑھتے؟ جب وہ خاموش رہتا تو فرماتے: بیٹا! پنج وقتہ نماز نہیں پڑھو گے تو مصیبت نہیں آئے گی تو کیا آئے گی؟ آئندہ کے لیے وعدہ کرو کہ آج سے پنج وقتہ نماز پڑھو گے، تم ادھر نماز پڑھو ان شاء اللہ اُدھر تمہاری مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔

کوئی داڑھی منڈایا ہوا ترشوایا ہوا آتا تو حضور مفتیِ اعظم نصیحت فرماتے کہ داڑھی رکھو، تمھاری مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ مفتیِ اعظم نے تبلیغ کا بڑا نرالا انداز اختیار کر لیا تھا، میں نے تبلیغ کرنے والا ایسا نہیں دیکھا جو صبح و شام اس طریقے سے تبلیغ کرتا ہو، ہم مجمع کا انتظار کرتے ہیں اور حضور مفتیِ اعظم کا عالم یہ تھا کہ مجمع ان کا انتظار کرتا تھا۔

مفتیِ اعظم ہند نے کبھی کسی انسان کی مروت نہیں کی اس اعتبار سے کہ میں حق بات کہوں گا تو وہ ناراض ہو جائے گا بلکہ مفتیِ اعظم ہند کا عالم یہ تھا کہ ہمیشہ آپ کے پیش نظر مولیٰ کی رضا اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا رہتی تھی۔

☆☆☆

کمال کیا ہے؟

ہواؤں میں اڑنا یہ کمال کی بات نہیں ہے بلکہ شریعت پر ثابت قدم رہنا یہ کمال کی بات ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پاسداری کمال کی بات ہے۔ حضور مفتیِ اعظم نے یہ کر کے بتا دیا کہہ کر کے نہیں، آپ کہتے تو بہت کم تھے ہم کہتے زیادہ ہیں اور کرتے برائے نام بھی نہیں، ہمیں کہتے دیکھ کر جلد لوگ اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے اور انہیں کرتے دیکھ کر ہزاروں لوگ اسلام سے وابستہ ہو جاتے تھے۔

اس لیے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی دعوت پیش فرمائی تھی تو لوگوں نے دلیل مانگی تھی کہ آپ جس دین حق کی تبلیغ کرتے ہیں اُس دین کے سچا ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ میری زندگی تمہارے درمیان گزری ہے آج سے پہلے میں نے اپنی زندگی کے لمحات تمہارے درمیان گزارے ہیں بتاؤ کوئی ایک لمحہ بھی تمھیں داغ دار نظر آتا ہے؟

حضور مفتیِ اعظم عارفِ باللہ تھے، وہ اپنے وقت کے سرمست تھے، وہ اپنے وقت کے منصور تھے اور وہ ایسے عابد و زاہد تھے کہ عبادت خود ان پر ناز کیا کرتی تھی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ آج کمر میں معمولی درد ہو تو ہم بیٹھ کر کرسی پر نماز پڑھتے ہیں اور گھٹنوں میں معمولی درد ہو تو کرسی مسجد میں لگوا دیتے ہیں۔ اے مفتیِ اعظم! ہم آپ کی عظمتوں پر قربان! ممبئی کی سرزمین پر مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے، ایک شخص کو دیکھا کہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، جس کا ایک پیر نہیں ہے۔ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کھڑے رہے، اس نے نماز مکمل کی تو حضور مفتیِ اعظم نے اس کی طبیعت پوچھی، پھر اسے آہستہ سے کھڑا کیا، بیٹا کھڑے ہو جاؤ، وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کے کھڑا ہوا۔ حضرت نے فرمایا: کیا اس طرح سے کھڑے رہ کر تم نماز پڑھ سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا پھر تمہارے لیے قیام فرض ہے۔ اس عالم میں بھی تم بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہو۔

حضور مفتیِ اعظم ہند کی پوری زندگی پڑھ جاؤ تو پتہ چلے گا کہ انھوں نے شریعت کو زندہ کر کے بتایا اپنی لائف سے، اپنی انداز زندگی سے، اپنی صبح و شام سے اور انہوں نے دنیا والوں کو

درس دیا کہ اے دنیا میں بسنے والو! آج پوری دنیا تمہیں دیکھ رہی ہے، مجھے بھی دیکھ رہی ہے۔تم اسلام کے آئیڈیل بن جاؤ، اسلام کے سانچے میں ڈھل جاؤ، تمہاری زندگی کو دیکھ کر لوگ خود بخود کلمہ پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کسی انسان کا خوف نہیں تھا، ایک مرتبہ کسی غیر مسلم کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو فرمایا: بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔اس نے کہا بابا جی! میں مسلمان نہیں ہوں۔آپ نے فرمایا: مسلمان نہیں مگر انسان تو ہو!

ایک مرتبہ سفر میں تھے کہ اسٹیشن پر تاخیر سے پہنچے، ٹرین تک پہنچتے پہنچتے خدام نے جو ڈبہ قریب تھا اس میں چڑھا دیا۔ اتفاق سے وہ ڈبہ فوجیوں کا تھا اس میں کسی غیر فوجی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جو علمائے کرام برائے خدمت ساتھ میں تھے انہوں نے فوجیوں سے گزارش کی کہ یہ ہمارے بزرگ ہیں ٹرین چل چکی تھی تب ہم پہنچے، آنے والے اسٹیشن پر ٹرین رکے گی تو ہم ڈبہ تبدیل کر دیں گے۔فوجیوں نے ناگواری سے قبول کرلیا اور وہ تاش کھیلنے میں مصروف ہو گئے۔تاش کھیلتے کھیلتے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی مقدس والدہ جناب مریم بتول کی شان میں توہین کرنا شروع کی اور بڑی بے باکی کے ساتھ جناب عیسیٰ علیہ السلام وجناب مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بکواس کرنے لگے۔حضرت سن رہے تھے، چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، ایک رنگ آتا، دوسرا رنگ جاتا۔حضرت نے پر جلال لہجے میں فرمایا: خبیث اپنی زبان روک اور یہ فرما کر اپنا عصا سنبھال لیا، خدام گھبرا گئے کہ یہ فوجی ہیں اب کیا ہوگا، مگر لوگوں نے دیکھا کہ وہ فوجی کہنے لگے بابا جی ہم آپ کے پیغمبر کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں، ہم تو عیسائیوں کے گرو کو کہتے ہیں۔حضور مفتیِ اعظم نے فرمایا: عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کیا جانیں، عیسیٰ علیہ السلام ہمارے پیغمبر ہیں ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ہم اپنے مذہب کے مطابق ہر نبی پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ سن کر وہ فوجی متاثر ہو گئے، خدام سوچ رہے تھے کیا ہوگا مگر مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حق گوئی نے انہیں گرویدہ کرلیا، جب اگلے اسٹیشن پر ٹرین رکی تو خدام نے ڈبہ تبدیل کرنا چاہا مگر فوجیوں نے کہا ہم بابا جی کو جانے نہیں دیں گے، پورا سفر اسی ڈبے میں ہوگا، اپنی جگہ پیش کر دی۔

جب سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ منزل پر اترنے لگے تو فوجیوں نے خدام کو سامان اٹھانے نہیں دیا بلکہ خود حضرت کا سامان لے کر اترے اور ہاتھ جوڑ کر حضرت سے دعا کی گزارش کرنے لگے۔ حضرت نے بہ وقت رخصت ان سے فرمایا: اللہ تم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس وصف میں اپنے اہل زمانہ میں ممتاز ومشارٌ الیہ تھے۔ چنانچہ ناممکن تھا کہ کوئی غلط بات حضرت کے سامنے ہو جائے اور حضرت اس کی اصلاح نہ فرمائیں۔ آپ کی مجلس میں تعویذ کے لیے مردوں اور عورتوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی لیکن کیا مجال کہ کسی عورت کا ہاتھ بھی بے پردہ ہو جائے، جہاں کسی سے بے احتیاطی ہوئی اور آپ کی ڈانٹ پڑی ’’لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ، اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ ارے اپنا ہاتھ ڈھانک بے غیرت‘‘ مجھ بڈھے کو اپنا ننگا ہاتھ دکھانے آئی ہے اور پوری مجلس پر سناٹا چھا گیا اور سب نے اپنے کپڑے درست کر لیے۔

ایک دفعہ دو اپٹوڈیٹ اور بے پردہ مسلمان عورتیں ساڑی میں ملبوس کہیں دور سے تعویذ لینے کے لیے آئیں۔ آپ نے تعویذ لکھتے لکھتے نظر جو اٹھائی تو نگاہ ان پر پڑ گئی تو فوراً رخ پھیر لیا اور سر نیچا کیے ہوئے لگ بھگ پندرہ منٹ تک ان کی سرزنش کرتے رہے۔ انداز کچھ نرم اور بے حد تحیر آمیز تھا، گویا انہیں دلی تکلیف پہنچی ہو۔ جو کچھ فرمایا، اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

’’اللہ ورسول کے حکم کا خوف نا اپنے طرز معاشرت کی پرواہ نا انجام کا خیال اتنی دور سے تنہا عورتیں چلی آئیں، ساتھ میں کوئی محرم نہیں، اس پر ظلم یہ کہ بے پردہ مزید ستم یہ کہ لباس بھی مسلمانوں کا نہیں، ٹرینوں میں حادثات ہوتے رہتے ہیں، ان پر کوئی زیادتی ہو تو مسلمان کیسے ان کی حمایت کریں، کسی حادثہ میں مر جائیں تو یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہیں، خیال فرمایئے کہ نہ مٹی نہ جنازہ یوں ہی پھونک دی جائیں گی، یہ سب وبال اللہ ورسول کے حکم کی خلاف ورزی کا۔‘‘ وہ عورتیں بے حد شرمسار اور جز بز لیکن ان کے پاس پردے کا کوئی اہتمام تھا ہی نہیں۔ کرتیں کیا؟

بعض حضرات مقررین سے کبھی جوش بیانی میں کبھی نکتہ آفرینی کے چکر میں اور کبھی لاعلمی

سے دورانِ تقریر ایسے جملے صادر ہوجاتے، جو شرعاً، عقلاً یا زبان و بیان کے لحاظ سے قابل اعتراض ہوتے، اگر مفتیِ اعظم اسٹیج پر ہیں تو کیا مجال ہے کہ کوئی مقرر ایسی بد احتیاطی کر کے گزر جائے اور آپ امر بالمعروف نہ فرمائیں، کئی بڑے خطبا سے برسر منبر انہوں نے توبہ کرائی خود اپنی زندگی میں مجھے دو مرتبہ ایسی سرزنش سے پالا پڑا ہے، توبہ تک کی نوبت البتہ نہیں آئی۔

ضلع گیا کے جلسہ میں ایک بار مغربی یوپی کے کسی علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا: بدنصیب مسلمان آج کل رات میں بارہ بجے تک سنیما دیکھتے ہیں اور دن میں بارہ بجے تک سوتے ہیں۔ یک بیک بازو سے میری طرف پوری طرح مخاطب ہوکر نہایت بلند آواز میں بے حد بیزاری کے ساتھ گویا مجھ پر پھٹ پڑے۔ ''مولانا میں اس کو مان نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بدنصیب ہو، آپ اس کو بدنصیب نہ کہئے کچھ اور کہہ لیجئے۔ حق یہ ہے کہ جس اُمت کے نگہبان رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہ بدنصیب کیسے ہوسکتی ہے۔''

حضور مفتیِ اعظم کی چھوٹوں پر شفقت

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

میں آج جو کچھ ہوں یہ انہی کا صدقہ ہے یہ ان کے لقموں اور ٹکڑوں کا صدقہ ہے جو ان کی پلیٹوں سے چن چن کر میں کھایا کرتا تھا کچھ دنوں تک حضرت کی صحبت سے استفادہ کا موقع ملا آپ اتنی شفقت فرماتے تھے کہ بالکل اپنے بازو میں بٹھاتے تھے اور حضرت ہی کی پلیٹ سے میں کھایا کرتا تھا۔ میرا اپنا شعر ہے۔

نگاہ مفتیِ اعظم نے زندہ کردیا دل کو   انہیں کا ساتھ محشر میں عطا ہو یا رسول اللہ !

یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں چھوٹا تھا، حضور مفتیِ اعظم کی عادت کریمہ تھی وہ اذان سے پہلے ہی نماز کی تیاری میں مصروف ہوجاتے تھے اور آیت ''خُذُوا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' کے تحت وہ ہر نماز کے لیے دولہے کی طرح تیار ہوتے تھے۔ آج تک میں نے یہ خوبی کسی اور بزرگ میں نہ دیکھی۔

ہم تقریروں کے لیے جائیں تو دولہے کی طرح تیار ہوں، عوام کے سامنے جائیں تو بن سنور کر جائیں۔ مفتیِ اعظم! آپ کی عظمتوں پر قربان، آپ جب خدا کے حضور جاتے تھے، تو بن سنور کر جایا کرتے تھے۔ اپنے کریم کی بارگاہ میں سجدہ کرنے جاتے تھے تو بن سنور کر جایا کرتے تھے۔ ہر نماز کے لیے بن سنور کر جاتے۔

میرے بچپن کا واقعہ ہے سرکار مفتیِ اعظم کے ایک خلیفہ ہمارے یہاں کاٹھیا واڑ جونا گڑھ میں تھے، ان کے گھر حضرت کا قیام تھا، ظہر کی نماز کا وقت ہوا، بس ابھی اذان کی آواز آنے والی ہی تھی اُس سے پہلے حضرت تیاری میں مصروف ہو گئے۔ حضرت تیار ہوئے اور تیار ہو کر مسجد کے لیے نکلے، اب حضرت جب نکلتے تو جتنے بیٹھے ہوتے سب کے سب مسجد کی طرف بلکہ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جس دیہات اور شہر میں حضرت چلے جاتے اس دیہات اور شہر کی مسجدوں میں ہر نماز میں عید کا منظر نظر آتا، کھچا کھچ مسجد بھری ہوئی نظر آتی تو حضرت ادھر نماز کے لیے گئے، میں نے کہا گولڈن چانس ہے، چھوڑنا نہیں چاہیے۔ حضرت کا حقہ رکھا ہوا تھا ہم لوگ مل کر حقہ پینے میں لگ گئے، اب کھینچا تانی میں ہوا یہ کہ حقہ کی جو پائپ ہوتی ہے وہ نکل گئی، اب اس کو لگائے کون؟ حضرت آئیں گے تو پتہ نہیں کیا ہوگا؟ سب اپنی طاقت لگا رہے ہیں، تھوڑا سا لگا کر چھوڑ دیا گیا، اس کو چھوڑ کر کے ہم لوگ ہٹ گئے۔ حضرت نماز پڑھ کر کے تشریف لائے تو مسکرانے لگے اور اپنے خادم سے ارشاد فرماتے ہیں: ذرا حقہ درست کر لو۔ سبحان اللہ! کیا نظر تھی ان کی۔

ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ اور پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کسی سفر میں یہ سب لوگ ساتھ میں تھے اور حضرت کو فوراً ممبئی پہنچنا تھا تو حضرت ہوائی جہاز کے ذریعے آ گئے اور مفتی رجب علی علیہ الرحمہ اور پاسبان ملت علیہ الرحمہ اور کچھ علما بائی روڈ آ رہے تھے، حضرت کو پہنچے ہوئے تین دن ہو گئے اور یہ لوگ یوپی سے ابھی تک نہیں پہنچے تھے، حضرت کو تشویش ہوئی، بار بار مولانا منصور علی خاں صاحب سے پوچھتے ہیں: مولانا مشتاق احمد آئے کہ نہیں؟ جواب ملا حضور ابھی تک نہیں آئے، چار روز ہو گئے اور ان لوگوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور روز آنہ بار بار حضرت پوچھتے کہ مولانا

مشتاق احمد آئے کہ نہیں آئے۔

جب چار دن ہو گئے تو حضرت نے فرمایا: اچھا چلو آؤ سب بیٹھو، سب کو بٹھایا پھر حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، عرض کی: اے اللہ! مولانا مشتاق احمد صاحب اور مفتی رجب علی صاحب کو خیر وعافیت کے ساتھ اپنی حفظ وامان کے ساتھ یہاں پر پہنچا دے۔ اس طریقے سے حضرت نے خوب ان کی سلامتی اور خیر وعافیت کی دعا فرمائی۔ اس کے دوسرے یا تیسرے دن وہ لوگ پہنچے۔ اب جب آئے تو پہلے ان کو مولانا منصور علی صاحب قبلہ نے کہا جایئے پہلے آپ لوگ حضرت سے ملاقات کر لیجئے۔ حضرت آپ لوگوں کا بہت انتظار کر رہے ہیں اور بہت شدت سے پوچھ رہے ہیں یہ حضرات گئے اور جا کر کے حضرت کی قدم بوسی کی۔ حضرت نے پوچھا: بھئی کہاں تھے؟ کیا ہوا؟ کہا حضرت کیا بتائیں راستے میں آ رہے تھے گاڑی پلٹی کھا گئی ایک درخت سے ٹکرا گئی لیکن درخت سے ٹکرا کر کے گاڑی بچ گئی اور ہم لوگ بھی بچ گئے، ایسا محسوس ہوا، جیسے کسی نے ہاتھ سے ہماری گاڑی کو روک دیا ہو۔ حضرت سے انہوں نے گفتگو کر لی، بات ختم ہو گئی پھر علما بیٹھے اور باہم گفتگو شروع ہوئی اور سفر کی روداد بیان کرنے لگے، مولانا منصور علی صاحب نے کہا کہ یہ واقعہ کب رونما ہوا تھا؟ اور آپ کو کب محسوس ہوا تھا کہ ہاتھ سے کسی نے گاڑی روکی ہو، انہوں نے جو وقت بتایا وہ وقت وہی تھا جب حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ دعا کر رہے تھے۔ دعا کے لیے جب انہوں نے ہاتھ اٹھائے تھے گویا ممبئی میں رہ کر کے ان کی نظر ان مسافروں پر تھی جو مسافر راستے میں حادثے کا شکار ہو رہے تھے پھر اپنے دست کرم سے ان کی مدد فرمائی۔

یقیناً وہ نائب غوث اعظم تھے اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں، حضور مفتیِ اعظم ہند نے اپنی جیب سے گیارہ روپے نکالا اور علامہ نظامی صاحب سے ارشاد فرمایا: مولانا لیجئے: میں نے غوث پاک کی نذر مانی تھی نیاز منگا کر اس پر فاتحہ دے دو۔

غور فرمائیں! عقیدے کی تبلیغ بھی ہے، غوث پاک کی عقیدت کا چراغ بھی جلایا جا رہا ہے، مصیبتوں سے نجات کے لیے غوث پاک کی محبت پلائی جا رہی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں ہم ہزار ہا تقاریر کے ذریعہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کر لیں لیکن مفتیِ اعظم ہند علیہ

الرحمہ کے ایک جملے سے انسانوں کا سینہ غوث پاک کی محبت سے لبریز ہو جایا کرتا تھا یہ شان تھی میرے مفتیِ اعظم کی۔

حقوق العباد اور مخلوق خدا کی خدمت کا خیال سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کس قدر رکھتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے یہاں جو مہمان حاضر ہوتے ان مہمانوں کو خود اپنے ہاتھوں سے کھلایا کرتے ،میز بانی کیا کرتے اور مدرسے کے طلبہ سے کتنی محبت تھی؟ آپ کو جان کر حیرت ہوگی کہ جب کوئی بڑا دن یا عید کا دن وغیرہ ایسا ہوتا تو طلبہ جن جن علاقوں کے ہوتے ان علاقوں کی مرغوب غذائیں بنا کر طلبہ کو کھلایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت کے یہاں پر محفل تھی اور بہت کڑا کے کی ٹھنڈی تھی، یو پی کی ٹھنڈی تو آپ جانتے ہی ہیں،اُس ٹھنڈی کے موسم میں کچھ طلبہ کو بھی حضرت نے بلالیا تھا،ایک طالب علم آیا تو اس کے پاس نہ کوٹ تھا نہ سوئیٹر، نہ کمبل، کوئی چیز نہیں تھی، وہ بے چارہ آکر کے بیٹھ گیا۔ حضرت کی نظر اس پر پڑ گئی حضرت نے فوراً خادم سے ارشاد فرمایا: جاؤ اندر سے اس کے لیے رضائی لے کر آؤ، رضائی لائی گئی، حضرت نے اس طالب علم کو پیش فرمائی، وہ طالب علم رضائی اوڑھ کر کے بیٹھا رہا،محفل ختم ہوئی اس نے سوچا حضرت نے وقتی طور پر استعمال کے لیے دی ہوگی، جاتے جاتے وہ رضائی چھوڑ کر جانے لگا۔حضرت نے فرمایا: بیٹا! یہ آپ ہی کے لیے ہے،آپ لے کر کے جائیں۔اس طریقے سے نوازتے تھے سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان۔

جس صبح کو حج کے لیے جانے والے تھے، اس رات دور دراز سے لوگ بریلی شریف آئے تھے سرکار سے ملنے کے لیے،آپ کی دعائیں لینے کے لیے اور حضرت نے بھی اعلان کر دیا تھا جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ چاہیے وہ تعویذ لے لے۔جس جس کو تعویذ چاہیے تھی وہ حضرت سے تعویذ لیتے رہے،یہ سلسلہ چلتا رہا،صبح فجر کے بعد حضرت کو نکلنا تھا رات کو بارہ، ساڑھے بارہ بج گئے،ایک بج گیا لوگوں کا تانتا لگا ہوا تھا بہر حال ایک بجے تقریباً لوگوں کے تعویذ لینے کا سلسلہ ختم ہوا تو حضرت کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے ہیں:اب کوئی تعویذ کسی کو تو نہیں چاہیے؟ سب لوگوں نے کہا نہیں۔حضرت نے پوچھا:اب مجھے اجازت ہے؟ لوگوں نے

کہا ٹھیک ہے، حضور تشریف لے جائیں۔ حضرت گئے ابھی جا کر کے اپنی قیام گاہ کے اندر پہنچے ہی تھے کہ کچھ دیر کے بعد باہر چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ ارے حضرت سے ملنے دو ہمیں کام ہے، حضرت چلے جائیں گے کئی مہینے کے بعد تشریف لائیں گے، خادم کہہ رہے تھے کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں، لمبے سفر پر جانا ہے، صبح جانا ہے تم پریشان کررہے ہو، جاؤ تم کو آنا تھا تو پہلے آجاتے۔ یہ سب چلتا رہا لوگوں کی گفتگو حضرت کے کانوں تک پہنچ گئی، حضرت نے دروازہ کھولا، باہر تشریف لائے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟

اب وہاں حضرت کے سامنے جھوٹ بولنے کی کس کو جسارت؟ عرض کرنے لگے حضور! یہ صاحب تعویذ کے لیے آئے ہیں۔ کیا کہا آپ نے؟ کہا حضور ہم نے ان سے کہا کہ حضرت آرام کے لیے تشریف لے گئے ہیں، تمھیں وقت پر آنا چاہیے، حضرت نے فرمایا: ایسا تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے جگانا چاہیے تھا اگر کل بروز قیامت اس شخص نے معبود حقیقی کی بارگاہ میں شکایت کردی تو میرا کیا ہوگا؟

پھر اس شخص کو تعویذ بنا کر عطا فرمایا اب وہ شخص بھی دریا بہتا ہوا دیکھا سوچا کہ آج خوب نہالیں، اس نے ایک نہیں تیرہ تعویذات لیے، لیکن خدا کی قسم حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آیا کہ تو کیسا ظالم ہے کہ مجھ سے ایک کی بجائے تیرہ تیرہ تعویذات لے رہا ہے۔ پوچھتے ہیں بیٹا اب کچھ اور چاہیے؟ کہا نہیں بس حضور بہت بڑا کرم آپ نے فرمایا پھر حضرت تشریف لے گئے۔

آپ کو جان کر حیرت ہوگی اور تعجب ہوگا کہ تعویذات کا ہدیہ لینا تو چھوڑ دیجیے دعا سے پہلے اگر کوئی کچھ پیش کردیتا اور پھر کہتا: حضور! میرے لیے دعا فرمائیں تو اسے لوٹا دیتے اور اس سے فرماتے ہمارے یہاں دعا بکتی نہیں ہے۔ اللہ اکبر! کہاں سے لائیں گے ایسے متقی افراد؟ خدا کی قسم! خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے حضور مفتیِ اعظم کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت سے استفادہ کیا ہے۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس دہر میں تھک جاؤ گے ایسا مرشد نہ زمانے میں کہیں پاؤ گے

حضور مفتیِ اعظم قتیلِ عشق

ایک مرتبہ حضور مفتیِ اعظم اپنے مرید جناب ہارون صاحب ممبئی والے کے مکان میں قیام پذیر تھے، مریدوں اور عقیدت مندوں کی بھیڑ نے اس عاشقِ رسول کو یوں گھیرے رکھا تھا جیسے شمع پروانوں کے درمیان گھری ہوتی ہے۔ حاجت منداپنی اپنی حاجتوں کو لے کر اس روحانی طبیب کی بارگاہ میں اپنا حالِ دل سنانے کے لیے مسلسل آرہے تھے۔ کوئی تعویذ لے رہا ہے، کوئی داخلِ سلسلہ ہورہا ہے، حضرت سب کو حسبِ ضرورت نواز رہے ہیں ایسے میں جب رات کافی ہوگئی اور حضرت آرام کی خاطر کمرے میں تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: جب میں کمرے میں چلا جاؤں تو برائے کرم کمرے میں کوئی نہ آئے۔ حاجی ہارون صاحب بھی ایک ایک کر کے لوگوں کو رخصت کرنے میں لگے رہے جب سب لوگ چلے گئے تو حاجی ہارون صاحب کو خیال آیا کہ حضرت نے تو کھانا ہی نہیں کھایا، اب کیا کیا جائے؟ دروازے پر دستک دوں تو نیند خراب ہوگی اور کچھ پیش نہ کروں تو حضرت بھوکے ہی سو جائیں گے۔

حاجی ہارون صاحب اسی شش و پنج میں تھے کہ عقیدت نے غلبہ کیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں دودھ پیش کر دیتے ہیں، دودھ کا گلاس لے کر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے، حضرت کے جسم کے الگ الگ ٹکڑے دیکھے اور یوں لگا کہ کسی نے حضرت کو شہید کر دیا ہو۔ اس دہشت ناک منظر کی تاب نہ لا کر چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، دودھ کا گلاس ہاتھ سے چھوٹا اور قالین پر گرا جب حاجی ہارون صاحب کو ہوش آیا تو حضور مفتیِ اعظم کو اپنے سامنے کھڑا پایا، گھر کے لوگ بھی چیخ سن کر کمرے میں پہنچ گئے اور حیران تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے، حاجی ہارون صاحب نے حضور مفتیِ اعظم کو اپنے سامنے دیکھا تو حیرت میں ڈوب گئے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا: حاجی ہارون جو دودھ تم میرے لیے لائے تھے وہ تو قالین نے پی لیا، جاؤ ہمارے لیے دوبارہ دودھ لے آؤ۔ حاجی صاحب دودھ لے کر آئے تو حضرت اپنے کمرے میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ سرکار مفتیِ اعظم نے فرمایا: بیٹا میں نے تم کو کمرے میں آنے سے منع کیا تھا نا پھر تم کیوں آئے؟ حاجی ہارون صاحب نے عرض کی حضور! جو منظر میں نے دیکھا وہ کیا تھا؟ حضور مفتیِ اعظم

نے فرمایا: میں قتیلِ عشق ہوں روز جیتا ہوں روز مرتا ہوں۔ حاجی صاحب قدموں میں گر گئے۔ حضور مفتیِ اعظم نے حاجی صاحب کو نصیحت کی کہ بیٹا جب تک میں زمین پر زندہ رہوں اس واقعہ کی خبر کسی کو مت دینا۔

حضور مفتیِ اعظم کا عشق رسول

مصطفیٰ کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جان ایمان ہے بلکہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جب تک تم اپنی جان سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں کروگے کامل مؤمن نہیں ہو سکتے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

حضور مفتیِ اعظم کو عشق رسول وراثت میں ملا تھا، آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ عشق رسول میں فنائیت کا ماحول تھا، جس آغوش میں آپ کی تربیت ہوئی اس اعلیٰ حضرت کا اوڑھنا بچھونا ہی عشق رسول تھا بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

حضور مفتیِ اعظم نے آنکھیں ہی اس بلال ہند کی آغوش میں کھولی تھیں جو عشق رسول میں فنا ہو کر یوں کہتا تھا۔

مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

ایسی گود میں پرورش پانے والے مفتیِ اعظم کے عشق کا اندازہ ہم اور آپ کیا لگا سکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عشق مصطفیٰ جانِ رحمت مجسم ہو جائے تو اسی ذات کو مصطفیٰ رضا کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ مرض عشق کو بڑھانا چاہتے تھے اور اپنی قلبی کیفیت کو جب قلم کے ذریعہ کاغذ پر بکھیرا تو یوں گویا ہوئے۔

مرض عشق کا بیمار بھی کیا ہوتا ہے جتنی کرتا ہے دوا درد سوا ہوتا ہے

انسان اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھنے کی تمنا رکھتا ہے، ملکوں کی رعنائیاں، گلوں کی پنکھڑیاں، باغوں کا حسن، عالم رنگ و بو کا حسن دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے مگر مفتیِ اعظم آنکھوں

کا استعمال کس حسن باکمال کے لیے کرنا چاہتے تھے۔عرض کرتے ہیں۔

کچھ ایسا کردے میرے کردگار آنکھوں میں ہمیشہ نقش رہے روے یار آنکھوں میں

عشقِ مفتیِ اعظم کا مؤقف ہے کہ اگر جلوۂ یار نہ دیکھا تو آنکھ بے کار ہے اور عشق جب اشعار میں ڈھلتا ہے تو یوں گویا ہوتا ہے۔

انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

آپ وہ مریضِ عشق ہیں کہ موت کے بعد کھلی ہوئی آنکھوں کا فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں۔

کھلے ہیں دیدۂ عشاق خواب مرگ میں بھی کہ ہے اس نگار کا انتظار آنکھوں میں

جو موت کے آئینے میں بھی جلوۂ یار دیکھنے کا متمنی تھا اور قبر کی گود اس لیے عزیز تھی کہ وہاں بھی جلوۂ یار نظر آنا تھا عشق اور یقین کی ملی جلی کیفیت وہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

میرا دین وایماں فرشتے جو پوچھیں تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

جو عشق رسول میں اتنا باغیرت تھا کہ ساری زندگی کبھی کسی سے کچھ طلب نہیں کیا حتی کہ گھر والوں سے بھی کبھی کھانا اور پانی بھی مانگنے سے احتیاط فرماتے کیوں کہ عشق جتنا بڑھتا جاتا ہے، محبّ کی غیرت بھی اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ وہ غیرتِ عشق میں گنگناتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

ترے در کے ہوتے کہاں جاؤں پیارے کہاں اپنا دامن پسارا کروں میں

عشق تنہائی چاہتا ہے ،اہل عشق سب سے کٹ کر محبوب کے ہو جانا چاہتے ہیں، یہ قلندرانہ فکر حضور مفتیِ اعظم میں بہت نمایاں نظر آتی ہے اسی لیے تو فرماتے ہیں۔

مجھے اپنی رحمت سے تو اپنا کر لے سوا تیرے سب سے کنارا کروں میں

عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی محبوب کی تعظیم بھی ہوتی ہے اس واقعہ کو ماتھے کی آنکھوں سے پڑھ کر دل کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کریں اس واقعہ کا میں خود چشم دید گواہ ہوں۔

ایک کمرے میں سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ چار پائی پر تشریف فرما ہیں اور باہر ان کے کمرے کے ایک ٹیپ نیچے رکھا ہوا ہے، نعت شریف اس میں چل رہی ہے، سرکار مفتیِ اعظم ہند

علیہ الرحمہ کے کانوں تک نعت کی آواز پہنچ جاتی ہے اٹھ جاتے ہیں، فرماتے ہیں یہ کہاں سے نعت کی آواز آرہی ہے؟ لوگوں نے کہا: حضور! یہاں یہ ٹیپ پڑا ہوا ہے اس میں نعت کی کیسٹ لگی ہوئی ہے۔ حضرت نے ٹیپ دیکھا اسے گود میں اٹھالیا اور لاکر کے اپنی چار پائی پر رکھ دیا اب ادھر نعت چل رہی تھی اور سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ چار پائی کے نیچے بیٹھ کر نعت سن رہے تھے، اللہ اکبر! آپ ذرا سوچو! اتنا احترام سرکار کی نعت کا انہوں نے کیا اور دنیا کو بتادیا کہ سرکار کی محبت کیا چیز ہوتی ہے؟ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بڑے سرمایہ کا نام ہے جو نعتِ رسول کی اتنی تعظیم کرتا ہو وہ ذاتِ رسول کی تعظیم میں کتنا حساس رہا ہوگا۔

حضور مفتیِ اعظم اور اتحاد اہل سنت

سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی، وہ تقویٰ وطہارت کا پیکر تھے، ایسی زندگی اور ایسا اللہ ورسول جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے والا ماضی قریب میں ہمیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ ان کی زندگی کی سب سے بڑی بات آپ کو یہ معلوم ہونی چاہیے کہ جب تک سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ اس فرش گیتی پر جلوہ گر تھے، سنیوں میں بڑا اتحاد بھی تھا، کسی بھی معاملے میں حضرت جو فرمادیتے، اسی پر اتفاق ہو جایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لارہے تھے اور سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سامنے سے تشریف لے جارہے تھے۔ اب دونوں کی ملاقات کا منظر دونوں کے مریدین دیکھنا چاہتے تھے کہ کیسا ہوتا ہے؟ سرکار مفتیِ اعظم ہند بڑھے اور انہوں نے بڑھ کر حضور محدث اعظم ہند کے ہاتھ چوم لیا اور اُدھر محدث اعظم ہند نے بھی کوشش کر کے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ دونوں بزرگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ اب مریدین بیٹھے تو گفتگو شروع ہوئی۔ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مریدوں نے سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حوالے سے حضور محدث اعظم ہند سے پوچھا کہ حضرت! انہوں نے آپ کی دست بوسی کی تو یہ ہم کو سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے نسبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال کیا اور انہوں نے آپ کا ہاتھ چوما لیکن ان کی دست بوسی آپ نے کیوں کی؟ ارشاد فرماتے

ہیں ''انہوں نے نسبت رسول کا احترام کیا اور میں نے ان کے عشق رسول کا احترام کیا۔''

آپ سوچو، کیا کیفیت تھی ان بزرگوں کی، ایک دوسرے کا کتنا لحاظ تھا ان بزرگوں میں۔ آل انڈیا سنّی جمعیۃ العلماء کی صدرات کا مسئلہ آیا۔حضور سیّد العلماء علیہ الرحمہ تھے، حضور مفتیِ اعظم اور حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمہ بھی تھے۔ مریدین کا مسئلہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت بس آپ کو ہونا چاہیے، حضرت آپ کو ہونا چاہیے۔ سب اپنے اپنے حساب سے کہہ رہے تھے۔ میٹنگ ہوئی کہ کون بنے گا صدر؟ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا ''میں اعلان کرتا ہوں حضور سیّد العلماء کے نام کا کہ وہ سنّی جمعیۃ العلماء کی صدارت کو قبول فرمائیں۔'' ادھر حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''میں ان کی تائید کرتا ہوں۔'' بات ختم ہوگئی، یہ عالم تھا ہمارے بزرگوں کے اتحاد و اتفاق کا۔

اتحاد اہل سنت کے حوالے سے حضور مفتیِ اعظم کی کوشش کا ایک واقعہ میرے مرشد اجازت حضرت سیّد آل رسول حسنین میاں سرکار نظمی بیان فرماتے ہیں:

جس وقت سنّی جمعیۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اس جماعت کی بنیاد رکھنے میں جن لوگوں نے مرکزی کردار ادا کیا ان میں نمایاں نام حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضور مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد ماجد حضور سیّد العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ جماعت کے رجسٹریشن کا مسئلہ آیا تو اس کے تحریری دستور کی ترتیب کی بات چلی۔ اس وقت حضور محدث اعظم اور حضور مفتیِ اعظم دونوں ہی نے بالاتفاق یہ کام ابا حضرت کے سپرد کیا۔ ان ہی دونوں حضرات نے جماعت کی صدارت کی ذمہ داری ابا کے کاندھوں پر ڈالی۔ آل انڈیا سنّی جمعیۃ العلماء کے صدر الصدور کی حیثیت سے ابا کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جماعت کے قیام کے کچھ برسوں کے بعد ایک مرحلہ ایسا آیا جب ابا جماعت کے عہدیداروں کی بدچلنی سے ناراض ہوگئے اور صدارت سے استعفیٰ لکھ کر بریلی شریف بھیج دیا۔ حضور مفتیِ اعظم ہند کو جیسے ہی استعفیٰ نامہ ملا ویسے ہی بمبئی روانہ ہو گئے۔ ان دنوں کھڑک مسجد میں واقع ابا کے حجرے کی مرمت چل رہی تھی اور ابا مسجد کی دوسری منزل کے ایک کونے میں معتکف تھے۔ ایک شام حضور مفتیِ اعظم بہت تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے اور اس سے پہلے کہ ابا تعظیم کے لیے اٹھیں مفتیِ اعظم نے اپنا عمامہ اتار

کر قدموں پر رکھ دیا۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ ابا نے عمامہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضور مفتیِ اعظم نے فرمایا: سیّد میاں! سنّیت کی لاج آپ کے ہاتھ ہے جماعت سے آپ علاحدہ ہو گئے تو شیرازہ بکھر جائے گا، دشمن پہلے ہی سے ہمارے اتحاد پر نظر جمائے ہوئے ہیں، انہیں ہم پر ہنسنے کا موقع مل جائے گا۔ آپ کو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیجیے۔'' یہ کہہ کر مفتیِ اعظم نے ابا کا استعفیٰ نکال کر پیش کیا۔ میں نے ابا کو دیکھا کہ مفتیِ اعظم کا عمامہ اپنے سر پر رکھے روتے جا رہے تھے۔ اُدھر مفتیِ اعظم کی بھی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ میں نے ابا کو روتے دیکھا تو خوب زور زور سے رونے لگا۔ ابا کے خادم حضرت صوفی نظام الدین صاحب مجھے گود اٹھا کر نیچے صحن مسجد میں لے آئے۔ اس دن حضور مفتیِ اعظم تب ہی واپس گئے جب ابا نے استعفیٰ واپس لے لیا۔''

مفتیِ اعظم کی حکمرانوں پر حکمرانی

اہلُ اللہ کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ دنیا میں رہے مگر اپنے دل میں دنیا کو آنے نہ دیا۔ دنیا اور دنیا داروں سے بے زاری سچے صوفیا اور نائبین رسول کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ٹوٹی چٹائیوں پر بیٹھنے والے اہلِ دل کبھی کاسہ گدائی لے کر تاجداروں کے دربار میں نہیں گئے، ہاں تاجدار اور اہل اقتدار اللہ والوں کی بارگاہ میں نیاز مندانہ طور پر حاضر ہوتے رہے۔ سرکار غوث اعظم ہوں یا محبوب الٰہی یا صابر کلیر رضی اللہ عنہم، حکمرانوں سے ملنا بھی پسند نہ کرتے بلکہ اگر حکمراں آئے بھی تو یہ کہہ کر اپنی خانقاہوں سے نکل گئے کہ ہمیں حکمرانوں سے کیا تعلق؟ دنیا دار فساق و فجار حکمرانوں سے جو بے زاری اکابر اولیاے کرام کی زندگی کے حوالے سے ہمیں کتابوں میں پڑھنے ملتی ہے، وہ منظر چند سالوں پہلے بریلی کی دھرتی پر اہلِ بصارت و بصیرت نے اپنی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک صبح فجر کی نماز کے لیے حضور سیّدی سرکار مفتیِ اعظم رضا مسجد بریلی شریف تشریف لائے، نماز کے بعد دیکھا کہ بڑی تیزی سے گلیوں کی صفائی ہو رہی ہے اور کئی پولس والے کھڑے ہیں۔ سرکار مفتیِ اعظم نے بڑی سادگی سے فرمایا: یہ کیا ہے؟ کسی نے کہا: حضور! صدر

جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد صاحب آپ سے ملاقات کے لیے آرہے ہیں اسی لیے یہ سب صفائی ہورہی ہے۔'' حضرت بالکل خاموش رہے، گھر تشریف لائے، ایک پیالی چائے پی، رکشہ بلوایا اور گھر چھوڑ کر پرانے شہر چلے گئے۔ صدر جمہوریہ کو جب معلوم ہوگیا کہ حضرت گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے، وہ ملنا نہیں چاہتے۔ چوں کہ صدر جمہوریہ پڑھے لکھے تھے، انہیں تاریخ معلوم تھی کہ بزرگوں کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ صدر نے اس دن اپنا پروگرام ملتوی کردیا اور دوسرے دن بڑی خاموشی سے حاضر ہوگئے۔ جب حضرت لکھنے میں مصروف تھے اور کافی تعداد میں لوگ بیٹھے تھے۔ جن لوگوں نے صدر کو پہچان لیا وہ اٹھنا چاہتے تھے کہ صدر نے انہیں اشارے سے منع کردیا اور خود کھڑے رہے۔ جب سرکار مفتیِ اعظم لکھ کر فارغ ہوئے اور سر اٹھایا تو صدر نے بڑے ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے؟ جواب میں کہا ''فخر الدین علی احمد ہوں، حضور سے ملنے آگیا ہوں۔'' سرکار خاموش رہے پھر کچھ لمحے کے بعد بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا۔ وہ عام لوگوں کی صف میں خالی کرسی پر بیٹھ گئے اور حضرت کو دیکھتے رہے۔ حضرت اپنے کام میں مصروف رہے۔ کچھ دیر کے بعد کھڑے ہوکر اجازت چاہی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مصافحہ کرتے کرتے صدر نے کہا کہ حضور کچھ نصیحت فرمائیں۔ پھر کیا تھا حضرت نے ہاتھ پکڑے پکڑے پرجلال الفاظ میں فرمایا کہ یہ جونس بندی کے نام پر ہزاروں کا خون ہورہا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا، آپ اس کے لیے تیار رہیے۔ اس سلسلے میں اور بھی کچھ فرماتے رہے اور فخر الدین علی احمد کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔ چلتے چلتے وہ اپنی آنکھوں کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھتے باہر نکلے۔

یہ تھی سرکار مفتیِ اعظم کی حق گوئی و بے باکی جن کو وقت کے فرماں روا کی سطوت و ہیبت نے بھی مرعوب نہیں کیا اور سرکار مفتیِ اعظم نے اپنے بزرگوں کی روایت جاری رکھتے ہوئے وقت کے حکمراں کو اس کی غلطیوں پر تنبیہ فرمائی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

رویت ہلال

فیلڈ مارشل جنرل ایوب خاں کے دور میں پاکستان کی ایک سرکاری رویتِ ہلال کمیٹی کے بارے میں مولانا سید ریاست علی قادری (کراچی) کی کتاب ''مفتیِ اعظم ہند مدظلہ'' سے ماخوذ ایک مسئلہ ملاحظہ فرمائیں جس سے عالم اسلام میں آپ کی مرکزیت ومرجعیت واضح ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ عید کے موقع پر ۲۹/رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے چند افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے گئے، ان لوگوں کو چاند نظر آ گیا اور انھوں نے اس کی اطلاع حکومت کو دے دی جس کے نتیجے میں حکومت نے رویتِ ہلال کا اعلان کر دیا۔ بعض علما کی مخالفت کی بنا پر دنیاے اسلام کے بیشتر ممالک کے مفتیانِ کرام سے فتویٰ مانگا گیا اور ایک استفتا مفتیِ اعظم ہند (بریلی شریف) کی خدمت میں بھی روانہ کیا گیا، دنیا کے تمام مفتیوں نے رویتِ ہلال کمیٹی (پاکستان) کی تائید کی مگر مفتیِ اعظم ہند نے اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا۔

چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو دیکھنا چاہیے، رہا جہاز سے دیکھنا تو یہ غلط ہے کیوں کہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ چاند ۲۹/کو اور کہیں ۳۰/تاریخ کو نظر آتا ہے اور جہاز سے چاند دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جانے کے بعد چاند ۲۷/اور ۲۸/تاریخ کو بھی نظر آ سکتا ہے تو کیا ۲۷/اور ۲۸/تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقرہ عید جائز ہے اس طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹/کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔

یہ تحقیقی فتویٰ چوں کہ دوسرے مفتیوں کی رائے کے خلاف تھا اس لیے نہایت تہلکہ خیز ثابت ہوا، تقریباً سارے پاکستانی اخبارات نے اسے جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ حکومتِ پاکستان نے ۲۷/۲۸/تاریخوں میں اگلے ماہ ہوائی جہاز سے اس کی تصدیق کرائی تو مزید بلندی پر ان تاریخوں میں بھی چاند نظر آ گیا۔ تب سے ہوائی جہاز سے چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ ہو گیا اور رویتِ ہلال کمیٹی ہی توڑ دی گئی اور حضرت مفتیِ اعظم کی دقت نظر اور فقیہانہ بصیرت کو گویا عالمی سطح

پر ہر ایک نے تسلیم کرلیا۔ اس کے علاوہ موجودہ پیدا شدہ حالات کے پیش نظر سیکڑوں مسائل پر حضرت کے محققانہ فتاویٰ موجود ہیں جنہیں پوری دنیا کے اہل سنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم اور اہتمام نماز

دنیا والے ہوائی جہاز کے سفر کو اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کہ یہ بہت آرام دہ ہے یا اس کے سفر میں وقت کم لگتا ہے یا اور کسی وجہ سے اس کا سفر اچھا سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں قربان جاؤں اللہ کے ولیوں کی روشن خیالی ومزاجِ دینی پر کہ ان کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کی ہی نیت سے ہوتا ہے۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا جاگنا اور سکوت وگفتار سب اللہ کی عبادت کے لیے ہوتا ہے۔ عرصہ ہوا، زمانۂ طالب علمی میں استاذی علامہ حافظ عبد الشکور صاحب قبلہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ زید مجدہ نے صوفیاے کرام کا فرمان عالی بتایا تھا کہ انسان کا ہر لمحہ عبادتِ الٰہی میں گزرنا چاہیے۔ خادم نے عرض کیا تھا حضور! یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے، جب کہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ رہبانیت اختیار نہ کرے، بال بچے کے حقوق اور دیگر حقوقِ عباد بھی انجام دے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ صوفیا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کام کرے اخلاص سے اللہ کی رضا کے لیے کرے، روزی کمائے تو اس غرض سے کہ حلال رزق حاصل کرنا فرمان الٰہی ہے، بال بچوں کی پرورش کرے تو اس نیت سے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں جن کی کفالت رب العزت نے میرے ذمہ کی ہے۔ غلط بات زبان سے نہ نکالے جب بھی بولے صحیح بولے، جو قدم اٹھائے جائز کام کے لیے صحیح نیت سے رضاے مولا کے لیے اٹھائے تو اس طرح یقیناً انسان کا ہر لمحہ اللہ کی عبادت میں گزرے گا۔

سیدنا مفتیِ اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری قدس سرہ کی زندگی کا آج جائزہ لینے والے اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ آپ کا ہر کام مولا تعالیٰ کی عبادت اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی کے لیے ہوتا۔ صبح ومسا، لیل ونہار، رفتار وگفتار سب طاعتِ الٰہیہ کے لیے وقف تھے، جو قدم اٹھاتے پہلے یہ سوچتے کہ اس میں اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل ہوگی یا نہیں؟ آپ کا حضر بھی ذکر اللہ کے لیے اور سفر بھی عبادت اللہ کے لیے۔

مفتیِ اعظم کے ایک سفر ہوائی جہاز کو قلم بند کرتا ہوں تا کہ دنیا میں مگن رہنے والے دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر زاویہ سے ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر کام میں کیسے ہوتی ہے اور دینی و مذہبی زندگی کیسے گزاری جاتی ہے؟

یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ سید العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہلم کے موقع پر ممبئی والوں نے بھی اس کا پروگرام رکھا اور چاہا کہ حضرت مفتیِ اعظم کو مدعو کریں، اس وقت مفتیِ اعظم اجمیر معلیٰ میں تھے آپ کے ساتھ حضرت مولانا منصور علی صاحب اور حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی بھی تھے۔ آپ کے عقیدت کیشوں نے اجمیر سے جے پور اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی لے جانا چاہا تھا اور مفتیِ اعظم نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا تھا کہ جب اجمیر شریف سے ممبئی کا سفر ریل کے ذریعہ پچاس روپے میں ہوتا ہے تو اس سفر کے لیے چار سو روپے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن محبین کے اصرار پر آپ کو ہوائی جہاز سے سفر کرنا پڑا، جب کہ جہاز سے آپ کا یہ پہلا سفر تھا۔ اب اصل واقعہ مولانا منصور علی صاحب خطیب مہاراشٹر ممبئی سے سماعت کیجیے جو واقعہ کے اصل راوی ہیں۔

جے پور سے ممبئی تک کا فاصلہ (بذریعۂ ہوائی جہاز) ایک گھنٹہ میں طے ہوا، پہلے کی اطلاع کی بموجب طیران گاہ پر احباب موجود تھے، کار کے ذریعہ شہر کی طرف روانہ ہوئے، حضرت اس وقت بے حد مسرور و شاد ماں تھے، فرمایا: ہوائی جہاز کا سفر بہت اچھا سفر ہے، اس کی وجہ آپ لوگ بیان کیجیے۔ اس وقت جو نیاز مند کار میں ہمراہ تھے ان میں سے کسی نے کہا اچھا سفر ہے اس لیے کہ بہت آرام دہ ہے، کسی نے عرض کیا کہ وقت کم لگتا ہے، اسی طرح اور لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت نے تمام لوگوں کے جواب سماعت فرمائے اور پھر فرمایا کہ ہوائی جہاز کا سفر اچھا سفر ہے اس لیے کہ اس سفر میں نمازیں قضا نہیں ہوتیں، جے پور سے فجر ادا کر کے چار گھنٹے بعد ممبئی چلے اور ممبئی آ گئے۔ ابھی ظہر کا وقت شروع ہونے میں ایک گھنٹہ ہے۔ (یہ سن کر) تمام کی زبان سے سبحان اللہ کی صدا بلند ہوگئی۔

اب آیئے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے جذبۂ اقامت صلوٰۃ کے بھی چند اور جلوے دیکھیں اور زیادہ تر وہ واقعات سفر سے ہی متعلق ہوں گے کہ مفتیِ اعظم سفر میں بھی نماز کا کتنا

خیال کرتے۔ پڑھیے اور دل میں محبت نماز پیدا کیجیے۔

نماز کے لیے بس چھوڑ دی

وابستگان اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ نماز اسلام کا اہم ستون ورکن ہے، جس نے اسے قائم کیا دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے ترک کیا اس نے دین کو ڈھا دیا۔ (معاذ اللہ) اسی لیے بعض علما فرماتے ہیں کہ اس دور پرفتن وقحط الرجال میں جو شخص نماز باجماعت پابندی سے پڑھ لیتا ہے وہ یقیناً ولی ہے۔

مفتیِ اعظم کی خصوصیت تھی کہ سفر میں ہوں یا حضر میں، گاڑی پر ہوں یا پیدل، نماز کو چھوڑنا تو درکنار وقت سے ٹلنے نہ دیتے تھے اگرچہ انہیں اس کے لیے لاکھ صعوبتیں اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے یہاں تک کہ بسا اوقات نماز کے لیے بس اور ٹرین چھوڑنے کی بھی نوبت آ جاتی۔ ایک مرتبہ کا سانحہ شاعر اسلام راز الٰہ آبادی مرحوم کی زبان حقیقت ترجمان سے سماعت کیجیے۔

ایک بار بلرام پور (یوپی) سے حضرت کو لے کر بذریعہ بس الٰہ آباد آ رہا تھا۔ حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب جو ایک زبردست عالم ہیں، وہ بھی ہمراہ تھے، الٰہ آباد کے قریب بس پھاپھامئو کے پل پر رک گئی، دریائے گنگا پر پل ہے، چوں کہ پل پر ایک بس آ جا سکتی ہے اس لیے بس رک گئی تھی کہ ادھر سے آنے والی بسیں نکل جائیں تو یہ جائے۔ حضرت نے سامنے دیکھا کہ سورج ڈوبنے والا ہے، حضرت نے فرمایا کہ نماز عصر کہاں پڑھی جائے؟ میں نے کہا کہ حضرت الٰہ آباد میں۔ حضرت نے فرمایا: الٰہ آباد پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو جائے گا اور یہ کہہ کر حضرت بڑی تیزی سے جانماز اور لوٹا لے کر بس سے اتر گئے، سڑک کے کنارے بہت گہرے غار میں برسات کا پانی جمع تھا، حضرت نے اس پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ میں وہیں وضو کروں گا اور یہ کہہ کر اس گہرائی میں بڑی تیزی سے اترنے لگے اور اس قدر مزاج برہم تھا کہ میں اور مفتی رضوان الرحمٰن ڈرنے لگے کہ آج تک حضرت کو اس قدر برہم ہوتے نہیں دیکھا۔

بس حضرت کی زبان سے یہی جملہ بار بار نکلتا تھا کہ ارے میری نمازِ عصر! ارے میرے نماز عصر! یا اللہ کرم فرما دے اور میں نماز ادا کر لوں، کیا غضب ہے کہ سورج ڈوبا جا رہا ہے یہ کہتے

کہتے حضرت بے تحاشہ گہرائی کی طرف اترنے لگے، راہ چلنے والے روک رہے ہیں، پولس والا آواز دے رہا ہے کہ آپ گر پڑیں گے مگر وہ اسی تیزی سے نیچے اترے جا رہے تھے کہ میں نے دوڑ کر حضرت کا ہاتھ کسی طرح پکڑا مگر اس قدرت قوت کہ میں بتا نہیں سکتا، بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم لوگ بس اب گرے کہ تب گرے مگر حضرت پانی کے قریب پہنچ گئے۔ اب جب پانی میں اپنا لوٹا ڈالا تو کیچڑ اور پانی کنارے پر ایک ساتھ نکلا، میری طرف حضرت نے اپنا رومال پھینک کر فرمایا: تم اپنی نماز پڑھو، تم وضو سے ہو۔ میں نے حکم کی تعمیر کی اور نماز پڑھنے لگا، اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت اس پانی میں چل کر بیچ میں پہنچ گئے اور ایک پتھر پانی میں ابھر آیا، اس پر بیٹھ کر وضو فرمانے لگے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں، یا اللہ! یہ نحیف اور کمزور بزرگ کس طرح بیچ پانی میں پہنچ گئے اور یہ پتھر بیچ پانی میں کس نے اور کب رکھ دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور واپس کنارے تشریف لائے، حضرت نے مصلیٰ پر نمازِ عصر شروع کر دی، ادھر میں نے دیکھا اور سڑک پر لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بس چوں کہ میل تھی وہ چلی گئی۔

آپ کی نماز کے سبب ٹرین رک گئی

عشق و عرفان میں ڈوبی ہوئی نماز کی جھلکتی ہوئی تصویر ملاحظہ کیجیے، فقیہ النفس شارح بخاری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت اجین سے جے پور جاتے ہوئے ناگدہ اسٹیشن پر بمبئی دہرادون ایکسپریس پر سوار ہوئے، سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ تھا، ڈبے میں پہنچے تو پورا ڈبہ فوجیوں سے بھرا پڑا تھا، فوجی کتنے بدتمیز اور عوام کے لیے ظالم ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ وہ وحشی سیٹوں پر ٹانگیں پھیلائے لیٹے تھے، بڑی مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ملی، تھوڑی دیر بعد عصر کا وقت ہو گیا، پورا ڈبہ بھرا ہوا تھا کہیں جگہ نہ تھی اور گاڑی اسٹیشنوں پر برائے نام رکتی تھی۔ فرمایا: نماز پڑھوں گا۔ میں پریشان ہو گیا، چاروں طرف نظریں دوڑائی، ایک فوجی سکھ کا بہت بڑا ٹرنک پڑا ہوا تھا جس پر بستر رکھا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا کہ ہمارے حضرت نماز پڑھیں گے، اگر آپ مان جائیں تو اس ٹرنک پر سے بستر اتار دوں اور اس پر نماز پڑھ لیں۔ وہ مان گیا اور خود اسی نے بستر اٹھایا اور کھڑا رہا، گاڑی جب ایک اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت کو اسی پر کھڑا کر دیا، حضرت نے اس طرح نماز ادا فرمائی۔

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں: جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک اسٹیشن پر بغیر مجھے بتائے ہوئے اتر پڑے، میں پیچھے پیچھے جا نماز لے کر دوڑا، فرض کا سلام پھیرتے ہی گاڑی نے سیٹی دے دی، میں جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور حضرت نے سنت کی نیت باندھ لی اور گاڑی سیٹی پر سیٹی دے دی، میں جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور حضرت نے سنت کی نیت باندھ لی اور گاڑی سیٹی پر سیٹی دیتی رہی۔ اس وقت میری پریشانیوں کا عالم کیا تھا وہ میں ہی جانتا ہوں، سامان گاڑی پر اور حضرت پلیٹ فارم پر، اگر گاڑی چلی جائے تو کیا کروں گا؟ اس کشمکش میں نظر انجن کی طرف گئی تو دیکھا کہ ڈرائیور حضرت کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اب کچھ اطمینان ہوا، بالآخر جب حضرت نماز سے فارغ ہو کر ڈبے میں تشریف لائے تو گاڑی چلی، اس قسم کے موقع پر قوی سے قوی اعصاب والے انسان کے ہوش وحواس بے قابو ہو جاتے ہیں، مگر مفتیِ اعظم ہند پر کوئی اثر نہ پڑا اور بہ اطمینان خاطر نماز میں مصروف رہے۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا معاملہ خدائے عزوجل سے اتنا قوی تھا کہ کوئی چیز بھی اس میں مخل نہیں ہو سکتی تھی، حالاں کہ یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔

ایک بے مثال نماز

مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے اتباع شریعت اور پابندیِ صلوٰۃ کی ایسی نظیر قائم کی ہے کہ میری نظر اس کی مثال لانے سے قاصر ہے، جماعتِ اہل سنت آپ کی ذات بابرکت پر جتنا ناز کرے اور اپنے رب کا جتنا شکریہ ادا کرے کم ہے کہ اس نے اس جماعت کو ایسی بے مثال ذات ستودہ صفات تقویٰ شعار عطا کیا جس نے شریعت کو عملی جامہ پہنا کر سمجھایا۔ آج لوگ اکثر رخصت کے پیچھے دوڑتے ہیں مگر مفتیِ اعظم ہمہ وقت فضیلت اور عزیمت ہی پر عمل کرنے کے لیے کوشاں رہتے۔ اس کا نمونہ ذیل کے اس واقعہ میں ملاحظہ کیجیے جو دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور کے سالانہ جلسہ سے واپسی پر دہلی میں پیش آیا تھا، اس کے راوی بھی حضرت فقیہ النفس موصوف ہی ہیں لہٰذا اسے انھیں کے فیض نگار قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

جب گاڑی کے دہلی کے قریب گوڑ گاؤں میں پہنچی تو میں نے حضرت کو اٹھایا، اٹھنے کے بعد استنجا خانہ تشریف لے گئے مگر وہاں بہت لمبی قطار تھی وہ بھی عورتوں کی، حضرت بے چینی کے ساتھ استنجا

خانہ کے خالی ہونے کا انتظار کرتے رہے، میں بستر باندھنے میں مشغول تھا، جب گاڑی دہلی کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی تب کہیں جا کر استنجا خانہ خالی ہوا اور حضرت تشریف لے گئے۔ جب حضرت استنجا سے فارغ ہو گئے تو مراد آباد جانے والی گاڑی جس پلیٹ فارم پر لگی تھی وہاں تشریف لے گئے، جب سامان گاڑی میں رکھا جا چکا تو فرمایا: کپڑے نکال دیں، میں نے حکم کی تعمیل کی، کپڑے نکال کر حضرت کو دیے اور بکس بند کرنے میں مصروف رہا، بکس بند کر کے دیکھا تو حضرت کپڑے لے کر بڑی تیزی سے پلیٹ فارم کے پل کی جانب جا رہے ہیں، میں متحیر ہو گیا کہ یا اللہ! حضرت کہاں جا رہے ہیں؟ مگر میں کرتا کیا گاڑی میں سامان چھوڑ کر حضرت کے پیچھے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد حضرت واپس ہوئے، جاڑے سے کانپ رہے تھے، قدم برابر نہیں پڑ رہے تھے، میرا دل دھک دھک کرنے لگا، ڈبے سے باہر نکل کر اندر لایا، ڈبے میں چڑھانے کے لیے ہاتھ پکڑا تو برف کی مانند سرد، فرمایا: بستر کھولیے میں نے بستر کھولا تو فوراً لیٹ گئے، اور بڑی تیزی سے لحاف اوڑھ لیا۔ اب میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے تھے؟ کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا: وہ خبیثات پاخانہ کے دروازے پر کھڑی تھیں، مجھے استنجا کی شدید حاجت تھی، کپڑے ناپاک ہو گئے۔ سوچا کہ کسی مسجد میں جا کر غسل کر کے کپڑے بدل لوں، رکشہ کر کے ایک مسجد میں گیا، وہاں نہانے کا بندوبست بھی تھا، غسل کر کے کپڑے بدلے، نماز پڑھی اور واپس آیا۔ رکشے پر ہوا لگنے سے جاڑا معلوم ہونے لگا، دہلی میں سردی بھی بہت پڑتی ہے۔ یہ سنتے ہی قدموں پر گر گیا کہ انہیں اللہ والوں کے وجودِ مسعود کے صدقے میں زمین و آسمان قائم ہیں۔

متاعِ زندگی جس نے لٹا دی جانِ رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

خوف و ہراس میں جماعت کی پابندی

تقسیمِ ہند کے وقت مسلمان سخت کشمکش میں مبتلا تھے، ہر طرف خوف و ہراس کا عالم تھا، یہاں کے ہندو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور مسلمان ہندوستان چھوڑ کر پاکستان جا رہے تھے۔ بریلی کا محلّہ سوداگران بھی اس مسموم فضا سے محفوظ نہ رہ سکا، وہاں بھی مسلمانوں کی

جان سخت خطرہ میں تھی اور کتنے شہادت کے گھونٹ پی چکے تھے، ایسے پر آشوب اور پر خطر ماحول میں بھی مفتیِ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کو آباد رکھا اور لوگوں کے ہزار منع کرنے کے باجود آپ وہیں جا کر نماز ادا کرتے۔

رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"تقسیمِ ہند کے بعد جب کہ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے خلاف سخت مشتعل تھے اور برصغیر ہندوستان میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور صبح وشام خوف وہراس کے گزر رہے تھے۔ بالخصوص ان علاقوں میں جہاں مسلمان نقارۂ رحیل بجا کر اپنا رختِ سفر باندھ رہے تھے ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ مسجد ہی میں نماز ادا کرنے جاتے اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے اور وقت پر مسجد پہنچ جاتے۔ دنیا آج بھی جا کر دیکھ سکتی ہے کہ محلّہ سوداگران بریلی میں صرف آپ کا خاندان آباد ہے بقیہ سب ہندو ہیں جن میں کثیر تعداد شرناتھیوں کی ہے۔اس عالمِ دہشت ومظنۂ اندیشہ میں مسجد کو آباد کرکے مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر پیش کی ہے: اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُھۡتَدِیۡنَ ۔ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

عذر کے باوجود نماز میں قیام

حضرت مفتیِ اعظم ہند کی عزیمت اور استقامت ملاحظہ کیجیے کہ ایک مرتبہ آپ کے پائے مبارک کا آپریشن ہوا تھا، بہت شدت کا درد تھا، کھڑا ہونا دشوار کن تھا، تکلیف کا حال یہ تھا کہ لیٹنے پر بھی قرار لینے نہیں دیتی، ڈاکٹروں نے پیر پر پانی پڑنے کو منع کر دیا ورنہ جسم کو سخت نقصان پہنچائے گا لیکن اس عالم میں بھی مفتیِ اعظم نے تیمّم کے بجائے وضو کیا اور بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ متوسلین نے بہت درخواست کی کہ تیمّم کرلیں پانی نقصان کرے گا، تکلیف شدت کی ہے

آپ بیٹھ کر ہی نماز ادا کر لیں لیکن مفتیِ اعظم جہاد نفس اور عزیمت کے وہ پہاڑ تھے کہ جو سر کائے نہ سر کے۔ ان کے نزدیک یہی فارمولا تھا کہ عزیمت کا رتبہ ہی کچھ اور ہے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

بے مثال تقویٰ

مولانا قربان علی رضوی بیسل پوری آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبلہ بیسل پور ضلع پیلی بھیت تشریف لے گئے، فقیر کے غریب خانہ پر قیام کیا، کچھ لوگوں کی خواہش پر ان کے گھر بھی تشریف لے گئے، حضرت کے ہمراہ یہ غلام بھی تھا، تھوڑی تھوڑی دیر ہر ایک کے مکان پر قیام فرمانے کے بعد میرے غریب خانہ پر واپس تشریف لاتے وقت راستے میں جامع مسجد پڑی، عصر کا وقت ہو گیا، فرمایا: عصر کی نماز ادا کر لی جائے۔ چنانچہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وضو کیا اور ہم لوگوں نے بھی وضو کیا، فرمایا: نماز کون پڑھائے گا، پھر فرمایا کہ نماز پڑھائیے۔ میں نے عرض کیا: حضور آپ نماز پڑھائیں۔ لہٰذا حضرت نے امامت فرمائی، ہم چار پانچ لوگ مقتدی تھے۔ نماز پڑھانے کے بعد حضرت نے ہاتھ کی چھنگلی کو دکھاتے ہوئے فرمایا کہ چھنگلی کے ناخن میں پان کا کتھا لگا رہ گیا، وضو پھر سے کروں گا۔ میں نے خود دیکھا کہ بہت معمولی سے حصہ پر کتھا کا رنگ لگا ہوا تھا اور عادۃً اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے اور وضو اس کے باوجود صحیح جب کہ وہ چیز دلدار نہ ہو اور پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو۔ ہر چند کہ نماز صحیح ہو گئی تھی لیکن احتیاطاً وضو پھر سے کیا اور نماز کا اعادہ کیا۔ اس اعادۂ جماعت میں جناب سعادت یار خاں جو پہلے جماعت میں نہیں تھے آ کر شامل ہو گئے۔ حضرت نے سلام پھیرنے کے بعد ان صاحب سے جو اس ادائے جماعت میں آ کر شامل ہوئے تھے، فرمایا: نماز دوبارہ پڑھیں، آپ کی نماز نہیں ہوئی کیوں کہ یہ نماز کا اعادہ احتیاطاً کیا جا رہا تھا، ان صاحب نے فوراً برجستہ کہا کہ حضرت کیا آپ نماز میں مجھے شامل ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا: نماز کی حالت میں جو چیز محاذات میں نظر آئے وہ دیکھنا نہیں کہلاتا۔

اعتکاف کے باوجود چائے سے احتراز

ایک سفر میں حضور محدث اعظم اور حضور مفتی اعظم بعد نماز عصر مسجد ہی میں بیٹھ گئے، کسی نے وہیں آپ حضرات کی خدمت میں چائے پیش کی، حضور محدث اعظم نے مسجد ہی میں بیٹھ کر چائے نوش فرمائی مگر حضور مفتی اعظم چائے کی پیالی لے کر مسجد کے باہر تشریف لے گئے اور چبوترہ پر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ دیکھنے والوں نے دونوں عظیم ترین علمائے کرام کا عمل دیکھا اور کسی کے پوچھنے پر یا خود اپنی فراست سے حاضرین کے ذہنی تأثر کو بھانپ کر حضور محدث اعظم نے ارشاد فرمایا: میں جب مسجد کے اندر داخل ہوتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں اور معتکف کے لیے مسجد کے اندر کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، مفتیِ اعظم کی بھی یہی نیت اعتکاف تھی مگر انہوں نے تقویٰ پر عمل کیا۔

تصویر والے گھر میں

مولانا محمد عباس اشرفی بیان کرتے ہیں: ۱۹۶۵ء میں ناچیز احمد آباد میں مدرس تھا، اس وقت کی بات ہے کہ ایک سفر میں حضور مفتیِ اعظم احمد آباد کے اپنے ایک عقیدت مند کے یہاں دعوت طعام میں تشریف لے گئے، صاحب خانہ کے دروازے تک پہنچ کر آپ کے قدم رک گئے، صاحب خانہ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر کیا بات ہے اور آپ کے قریب پہنچ کر گھر کے اندر تشریف لے چلنے کی انہوں نے درخواست کی۔ حضور مفتیِ اعظم ہند نے فرمایا کہ تمہارا مکان صنم خانہ بنا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ تیزی کے ساتھ گھر کے اندر گئے اور دیوار وغیرہ پر لگی ہوئی ساری تصویریں ہٹائیں تب کہیں جا کر حضور مفتی اعظم ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے۔

تعویذ اور تقویٰ

ایک بار حضرت سفر کے دوران ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا رہے تھے، اسٹیشن پر جاں نثاروں کا اژدہام تھا، حضرت ڈبہ میں بیٹھ چکے تھے، کوئی دعا کرا رہا تھا، کوئی تعویذ لکھا رہا تھا،

کاغذ ختم ہوگیا تو ایک صاحب نے حضرت سے تعویذ کی فرمائش کی اور کاغذ بھی ساتھ میں دیا۔ حضرت نے انہیں تعویذ لکھ کر دے دیا۔ ابھی انہیں تعویذ دیا ہی تھا کہ ایک اور صاحب نے درخواست کی، حضرت نے کہا کہ کاغذ کہاں ہے؟ انہوں نے اسی کاغذ کی طرف اشارہ کیا، حضرت نے کہا جن صاحب کا یہ کاغذ ہے پہلے ان سے اجازت لیجیے، انہوں نے ان صاحب سے اجازت لی اور حضرت نے خود بھی ان سے پوچھا کہ اس کاغذ پر ان کے لیے تعویذ لکھ دیں۔ جب انہوں نے کہہ دیا تب حضرت نے اس کاغذ پر تعویذ لکھ کر دیا اور بعد میں بچا ہوا کاغذ انہیں کو واپس کر دیا۔ حضرت کا یہ تقویٰ دیکھ کر ڈبہ میں بیٹھے تمام غیر مسلم مسافر دنگ رہ گئے۔

مفتی اعظم اور اطاعت رسول

جہاں زہد وتقویٰ میں وہ یکتاے روزگار تھے وہیں پر اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنے چست اور پابند تھے کہ سنت رسول کے خلاف یک سرِ مو انحراف گوارا نہ تھا اور کیوں کر گوارا کرتے کہ دونوں جہاں کی کامیابی کا راز اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے۔ رب قدیر عزوجل ارشاد فرماتا ہے: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْمًا۔

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

آج اطاعت رسول میں بے دلی یا مجبوری تو نظر آئے گی، لیکن تطوع اور اطاعت بالمحبت کے جلوے کہیں کہیں نظر آئیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف حکم سمجھ کر کرنا یہ حکم پر عمل تو ہوگا لیکن اس کی بجا آوری میں محبت کی شمولیت نہ ہوگی تو اس کے وہ نتائج قلب پر مرتب نہیں ہوں گے جس کا تقاضا قرآن کرتا ہے۔ حضور مفتی اعظم اطاعت رسول صرف اطاعت کی غرض سے نہیں بلکہ محبوب کی محبت اور ان کی ادا سمجھ کر کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور کے اکابر علما وضو ہو یا نماز، خورد ونوش ہو یا سفر وحضر سرکار مفتیِ اعظم ہند کی اداؤں کو دیکھ کر کتبِ احادیث کا مطالعہ یا فقہ کی مستند کتابوں کا مطالعہ کرتے تو پکار اٹھتے کہ روئے زمین پر سنتوں کی عملی تصویر کا نام ہے مفتی اعظم۔

مہمان نوازی

مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے دربار میں رہنے والے بخوبی واقف ہیں کہ آپ مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے تھے، خود مہمانوں کو اپنے سامنے کھلاتے، ان کی خاطر داری میں اتنا اِنہماک رکھتے کہ برسہابرس دوپہر کا کھانا دن کے تین چار بجے تناول فرماتے صرف اس خیال سے کہ مہمان کھانے سے فارغ ہوجائیں اور آپ ان کی ضرورتوں کے پورا کیا کرتے۔ اکثر و بیشتر دیکھنے میں یہ بھی آتا کہ بروقت کوئی آنے والا آگیا اور گھر میں کھانا ختم ہوچکا ہے تو اپنے سامنے کا رکھا ہوا کھانا خندہ پیشانی کے ساتھ اس آنے والے کو بھیج دیا اور خود ایک پیالی چائے پی کر وقت گزار دیا۔ اس طرح آپ خاندانِ نبوت کی عظیم سنت کو عملی جامہ پہنایا کرتے۔

آپ کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عرفان الحق سنبھلی لکھتے ہیں: آپ ہمیشہ غربا و مساکین کی امداد فرماتے ہیں، مہمان نوازی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ روزمرہ پچاسوں مہمان ملک کے طول وعرض سے بریلی آتے، آپ ان کو باصرار اپنے لنگر خانہ سے کھانا کھلواتے۔ اگر معلوم ہوجاتا کہ فلاں مہمان نے کہیں اور کھانا کھالیا تو حضرت سخت ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ تو میرے یہاں مہمان ہیں، لہٰذا جب تک قیام رہے کھانا یہیں کھایئے۔

مفتی اعظم نہ صرف یہ کہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام فرماتے بلکہ ان کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھتے۔ مولانا محمد اسلم بستوی صاحب رقم طراز ہیں: موسم سرما کی ایک سرد رات تھی کہ ایک اجنبی شخص آپ کا مہمان ہوا، آپ نے (حسبِ عادت کریمہ) مہمان کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانے کے بعد اپنے داماد جناب ساجد علی خان مرحوم سے فرمایا: مہمان کے لیے بستر اور لحاف کا انتظام کردینا۔ اس کے جواب میں ساجد علی صاحب نے روایتی طلاقتِ لسانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: مہمان کے لیے بستر ولحاف کیا، جان بھی حاضر ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: مہمان بھلا تمہاری جان لے کر کیا کرے گا؟ اوڑھے گا یا بچھائے گا؟ مہمان کو تمہاری جان کی نہیں بلکہ بستر ولحاف کی ضرورت ہے۔

مریض کی عیادت

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو معلوم ہو جاتا کہ آج فلاں بیمار ہے تو آپ فوراً عیادت کو پہنچتے۔ صدر الشریعہ نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) میں مرقوم ہے کہ حضرت صدر الشریعہ اور مفتی اعظم دونوں حج کے ارادے سے چلے، ممبئ پہنچ کر حضرت صدر الشریعہ کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی اور باوجودے کہ دونوں بزرگ کی قیام گاہ دوری پر تھی مگر مفتی اعظم ہند روزانہ حضور صدر الشریعہ کی عیادت کے لیے تشریف لاتے یہاں تک کہ آپ جہاز پر سوار ہونے تشریف لے گئے اور آپ کے روانہ ہوتے وقت حضرت صدر الشریعہ کا وصال ہو گیا۔

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا عیادتِ مریض کے سلسلہ میں اتباع سنت پر عمل درآمد اتنا سخت تھا کہ وقت کا گورنر اکبر علی خان (یو پی) نے آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ اس وقت ایک مریض کی عیادت کے لیے قدم اٹھا چکے تھے لہٰذا اتباع سنت کے لیے جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے، آپ نے گورنر کی ملاقات پر اتباع سنت کو ترجیح دی۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ آج وہ آ رہا ہے کہ جس کے دیدار کی اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں مگر مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سے ملاقات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محبوب کبریا کی ایک عظیم سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

وصال پر ملال

حضور مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوؔری بریلوی تا عمر اہلِ اسلام کو اپنے علمی، روحانی اور عرفانی فیوض سے مالا مال فرماتے رہے۔ اللہ رب العزت کی مرضی ومشیت کے مطابق علم وفضل اور زہد واتقا کا یہ روشن ستارہ بانوے برس کی عمر میں ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات شب ایک بج کر چالیس منٹ پر غروب ہو گیا۔ جوں ہی ریڈیو کے ذریعہ آپ کے وصالِ پُر ملال کی خبر اکناف عالم میں نشر ہوئی، پورے عالمِ اسلام میں رنج وغم کی فضا چھا گئی۔ سارا ماحول

سوگوار ہو گیا۔مختلف ممالک سے آپ کے عقیدت مند، مریدین ومتوسلین جوق در جوق اپنے اس عظیم روحانی رہ نما کے آخری دیدار کے لیے بریلی جمع ہونے لگے۔۱۵؍محرم الحرام۱۴۰۲ھ بروز جمعہ صبح تقریباً نو بجے آپ کے جسدِ خاکی کو غسل دیا گیا۔صبح تقریباً دس بجے جنازہ مبارک لاکھوں عشاق کی اشک بار آنکھوں سے خراجِ عقیدت ومحبت وصول کرتا ہوا کلمہ طیبہ اور درود وسلام کی پُر کیف و روحانی گونج میں کاشانہ اقدس سے برآمد ہوا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب ہر دل تڑپ رہا تھا، ہر آنکھ برس رہی تھی، ہر فرد مغموم تھا گویا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو اپنے اس عظیم محسن کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لیے بریلی میں امنڈ آیا تھا۔تقریباً دوپہر سوا تین بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔جس کی امامت پیرِ طریقت مولانا سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی الملقب بہ سرکار کلاں کچھوچھوی نے کی۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق نمازِ جنازہ میں تقریباً پانچ لاکھ اور جلوسِ جنازہ میں تقریباً بیس لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔حکومتِ وقت کے وزرا اور بیرونِ ملک کے سفرا و مشاہیر بھی بریلی حاضر ہوئے۔تقریباً ہر زبان کے ملکی و بین الاقوامی اخبارات ورسائل نے حضرت نوری بریلوی کے وصالِ پُر ملال پر تعزیتی پیغامات شائع کیے۔

ماخذ ومراجع

(۱) مفتی اعظم ہند اوران کے خلفا،مولانا شہاب الدین رضوی
(۲) مفتی اعظم ہند،مولفہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
(۳) تجلیاتِ مفتی اعظم ہند،علامہ قمرالحسن بستوی
(۴) تین برگزیدہ شخصیتیں،علامہ یٰسین اختر مصباحی
(۵) مفتی اعظم کی استقامت وکرامت،مفتی عابد حسین نوری مصباحی
(۶) انوار مفتی اعظم ،ناشر رضا اکیڈمی،ممبئی
(۷) استقامت کا مفتی اعظم نمبر،کان پور، یوپی۔
(۸) حیات مبارکہ مفتی اعظم
(۹) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف
(۱۰) اہل سنت کی آواز، مارہرہ شریف
(۱۱) جہان مفتی اعظم ،رضا اکیڈمی،ممبئی۔

☆☆☆

اہم گزارش

احیائے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی

جہاں تعلیم ،تبلیغ اور تربیت کے ذریعہ قوم کی گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے وہیں الحمدللہ ! اصلاح عقائد و اعمال کے موضوع پر کتابوں کو شائع کر کے لوگوں کے ذہنوں کو دینی بنانے اور سینوں کو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے جگمگانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

اب تک مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں اردو، ہندی، انگلش اور گجراتی میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد گناہوں سے نفرت اور آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ آج کے دور میں دینی کتابوں کو لوگوں تک پہنچا کر ان کی دنیا و آخرت سنوارنا بہت بڑا نیک کام ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے اور فروغ دین وسنیت کے لیے ادارہ معارف اسلامی اور مکتبہ طیبہ کی شائع کردہ کتابوں کو خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کریں، ان شاءاللہ دارین میں اس کا فائدہ میسر ہوگا اور مرحومین کو ان شاءاللہ جنت نصیب ہوگی۔

نوری قافلے : ہر ماہ کم از کم ایک یا تین روز کے لیے نوری قافلے میں نکلیں، ان شاءاللہ دل کو سکون حاصل ہوگا، پریشانیاں دور ہوں گی اور برکتیں میسر ہوں گی۔

ھفتہ واری اجتماع : ہر سنیچر بعد نماز عشا مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد ممبئی میں سنی دعوت اسلامی کے ہفتہ واری اجتماع میں ضرور شرکت فرمائیں، دینی معلومات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ محبت رسول کا مدینہ بنے گا۔ ان شاءاللہ!

اپنے ساتھ کم از کم تین احباب کو ضرور لائیں اور بے شمار نیکیاں کمائیں۔

کتابوں کیلئے رابطہ نمبر 9819628034 قافلہ کیلئے رابطہ نمبر 9892509900

Published by:

MAKTABA-E-TAIBAH

Markaz Ismail Habib Masjid. 126, Kambekar St, Mumbai-3